عمران سیریز

جلد نمبر
14

لاوال

47 - گیت اور خون

48 - دوسری آنکھ

49 - آنکھ شعلہ بنی

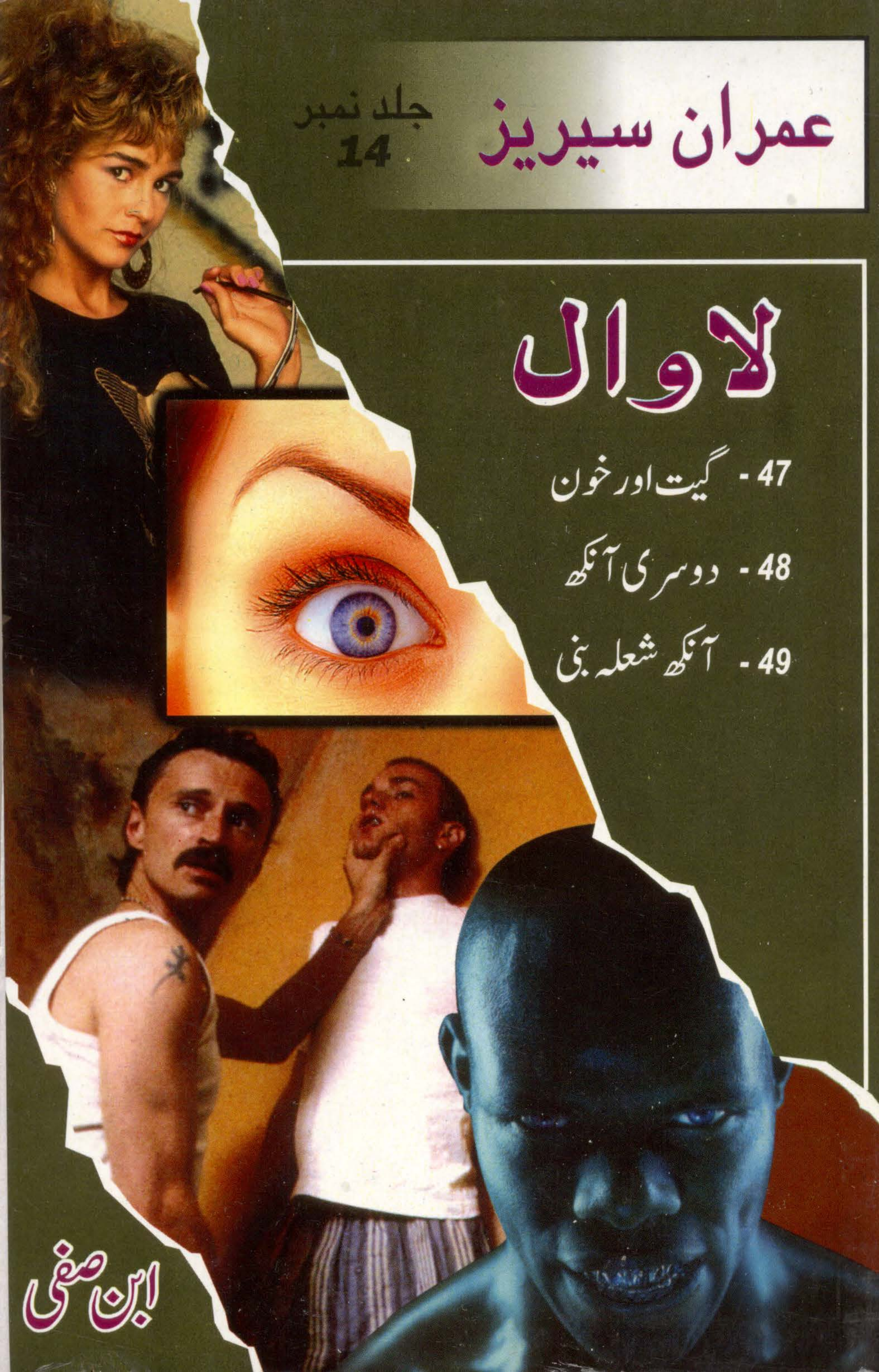

ابن صفی

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر .... خالد سلطان
پرنٹر .... یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

عمران سیریز نمبر 47

گیت اور خون

(مکمل ناول)

پیشرس

عمران سیریز کا سینتالیسواں ناول ''گیت اور خون'' حاضر خدمت ہے!

نام ہی کی طرح آپ اس کہانی میں بھی ایک مخصوص قسم کی لطافت محسوس کریں گے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ آپ عمران کو بالکل ہی نئے روپ میں دیکھ سکیں۔ بظاہر وہ تنہا نظر آتا ہے لیکن پڑھنے والے خود ہی محسوس کرتے چلے جائیں گے کہ اس نے کہاں کہاں اپنے ماتحتوں سے بھی کام لیا ہوگا!

یک رخی تکنیک کی کہانی ہے اور کہانی کا مرکزی کردار عمران نہیں بلکہ ایک لڑکی ہے۔

مجھے مطلع کیجئے کہ میرا یہ نیا تجربہ کس حد تک کامیاب رہا۔!

ویسے میں نے بے شمار پڑھنے والوں کی اس خواہش کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے کہ عمران کو اس کے پرانے ہی روپ میں پیش کیا جائے۔ اس بار آپ دل کھول کر قہقہے لگا سکیں گے۔!

بعض حضرات اس بات پر مصر رہتے ہیں کہ ہر کہانی میں عمران

کی پوری ٹیم سے کام لیا جائے......!

یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں! ایک سو بارہ صفحات میں سب کو اکٹھا کرنا اور ان سے پورا پورا انصاف بھی کرنا کارے دارد!

ادھر بے شمار فرمائشات موصول ہو رہی ہیں کہ فریدی عمران اور حمید کو کسی کہانی میں ایک ساتھ لایا جائے...... یہ ایسا مشورہ ہے جس پر میں کبھی عمل نہ کر سکوں گا۔ پہلے یار لوگ فرمائش کرتے ہیں! پھر اس طرح لڑتے جھگڑتے ہیں مجھ سے جیسے فریدی یا عمران سے ان کی رشتہ داری ہو۔ "زمین کے بادل" میں اس حماقت کا مرتکب ہو کر آئندہ کے لئے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے کہ ایسے مشوروں پر کبھی کان نہ دھروں گا! ورنہ کہیں لکھنے لکھانے ہی سے کان نہ پکڑ لوں۔ البتہ میرے لئے بعض حضرات کا یہ مشورہ ضرور قابل قبول ہے کہ فریدی اور حمید سے متعلق بھی ایک ضخیم ناول پیش کیا جائے۔ میں نے اس کے لئے تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ انشاءاللہ فریدی اور حمید کا وہ شاندار کارنامہ دو ایک ماہ بعد پیش کر سکوں گا۔

ابنِ صفی

گھرے مٹیالے بادل ٹوٹ کر برسے تھے.... اور دو گھنٹے گزر جانے کے باوجود بھی یکساں رفتار سے برسے جارہے تھے۔ ڈاک بنگلے سے آدھے فرلانگ کے فاصلے پر سڑک کا جو حصہ نشیب میں تھا پانی میں ڈوب چکا تھا۔ اگر ڈاک بنگلے کا چوکیدار ایک لمبے سے بانس کے سرے پر سرخ رنگ کا کپڑا باندھ کر سڑک کے کنارے کھڑا نہ ہو گیا ہوتا تو فریدہ اپنی گاڑی سمیت غرق ہو گئی ہوتی۔

حالانکہ وہ پہلے بھی کئی بار اس راستے سے گذر چکی تھی لیکن تفریحی سفر کے دوران میں کسے دھیان رہتا ہے کہ سڑک کی پوزیشن کہاں کیسی ہے اور پھر وہ تو ایک بوکھلا دینے والے جذبے کے تحت مار امار آگے بڑھتی چلی جارہی تھی۔ ورنہ اُسے تو اسی وقت کہیں رک جانا چاہئے تھا جب پہلی بار بڑی بڑی بوندیں آئی تھیں اور خود اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ بارش زور کی ہو گی اور شاید دیر تک بھی ہو۔!

ڈاک بنگلے کے چوکیدار نے گاڑی رکوائی تھی اور قریب آکر بولا تھا۔ "بیگم صاحب آگے خطرہ ہے۔!" اور پھر اسی نے سڑک کے اس حصہ کے متعلق بتایا تھا جہاں اس وقت ہاتھی بھی ڈوب سکتا تھا۔

"اگر بارش رک بھی جائے بیگم صاحب....!" اس نے کہا۔ "تو صبح تک پانی ہٹ نہیں سکے گا۔ اگلی کسٹم پوسٹ سے پچھلی کسٹم پوسٹ پر فون کر دیا گیا ہو گا کہ گاڑیاں وہیں روک لی جائیں۔!"

"پھر اب کیا ہو گا....!" فریدہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اب یہ رات آپ کو ڈاک بنگلے ہی میں بسر کرنی پڑے گی۔ کئی اور لوگ بھی ہیں۔!"

"عورتیں بھی ہیں۔!" اس نے بے ساختہ پوچھا تھا۔

"جی بیگم صاحب.... ایک خاتون بھی ہیں۔!"

"اس نے طویل سانس لے کر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا تھا اور گاڑی ڈاک بنگلے کے پھاٹک کی طرف مڑ گئی تھی۔!"

لیکن کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے ہی ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ وہ کار تو کمپاؤنڈ ہی میں موجود تھی جس کا تعاقب کرتی ہوئی وہ اس طرف نکل آئی تھی۔ اس کے علاوہ دو گاڑیاں اور بھی تھیں۔!

فریدہ نہیں چاہتی تھی کہ ان لوگوں کا سامنا ہو۔ لیکن اب مجبوری تھی۔ پھر اس نے سوچا واپس ہی کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن پھر خیال آیا جس طرح اسے اس جگہ کی پچویشن کا اندازہ نہیں تھا اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ واپسی میں کہیں پھنس جانا پڑے۔!"

اس نے ان تینوں گاڑیوں کے قریب ہی اپنی گاڑی بھی روک دی۔

شیورلٹ کا تعاقب کرتی ہوئی وہ یہاں آئی تھی۔ اس کے علاوہ یہاں ایک سیڈان اور ایک فیاٹ ٹوسیٹر بھی تھی۔!

بارش کے زور میں کمی نہیں آئی تھی۔ اس نے سوچا کہ عمارت کے برآمدے تک پہنچتے پہنچتے وہ بالکل ہی بھیگ جائے گی اور فی الحال کپڑے وہی تھے جو تن پر تھے۔ ظاہر ہے وہ سفر کے ارادے سے تو گھر سے نکلی نہیں تھی۔!

تو پھر کیا وہ یہیں گاڑی پر بیٹھی رہے؟ مضحکہ خیز خیال تھا۔ پھر کیا کرنا چاہئے؟ وہ الجھن میں پڑ گئی۔

ان پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی کہ ان کا تعاقب کرتی رہی تھی۔

"میرے خدا....!" وہ اپنی پیشانی مسلتی ہوئی بڑبڑائی۔ "کیا میں پاگل ہو گئی ہوں۔!"

اور شائد وہ پاگل پن ہی تھا اس نے ان دونوں کو اس سڑک سے گذرتے دیکھا اور ان کے پیچھے لگ گئی۔ پھر اس کا بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی لمبے سفر کے لئے نکلے ہیں۔ ادھ کھلے ڈکے سے ہولڈال جھانک رہے تھے۔

پھر اس نے بھی ایک پٹرول پمپ پر اپنی گاڑی کی ٹنکی بھروائی تھی اور ڈکے میں رکھے ہوئے تین ڈبوں میں بھی زائد پٹرول لیا تھا۔

اتنی دیر میں گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

اس نے سوچا تھا کہ ہالی ڈے کیمپ ہی کی طرف گئے ہوں گے.... اور پھر اس نے ایک ہوٹل

سے ایک لنچ بکس خریدا تھا.... اور اسی سڑک پر چل پڑی تھی۔

لیکن وہ لوگ پتہ نہیں کس رفتار سے چلے تھے کہ ڈاک بنگلے تک پہنچنے سے قبل ان کی گاڑی کی ایک جھلک بھی نہ دکھائی دی تھی۔!"

پھر راستے میں بارش بھی شروع ہو گئی۔ بارش شروع ہو جانے کے بعد اگر وہ چاہتی تو گھر بھی واپس جا سکتی تھی لیکن اس پر تو جیسے اس تعاقب کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔

ہوش تو اس وقت آیا تھا جب یہاں ڈاک بنگلے کے قریب اس کی گاڑی رکوائی گئی تھی۔

پھر جب وہ گاڑی بھی ڈاک بنگلے کے کمپاؤنڈ میں دکھائی دی جس کا تعاقب کرتی ہوئی ادھر آئی تھی تو اس کی عقل جواب دے گئی۔

سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔!

پھر اس نے کچھ سمجھے بغیر گاڑی کا انجن دوبارہ اسٹارٹ کیا اور اسے دوسری گاڑیوں کے پاس سے ہٹا کر عمارت کے داہنے بازو کی طرف لائی۔ اس جانب ایک بڑا سا نیم کا درخت تھا.... اور سامنے ٹین کا ایک سائبان نظر آرہا تھا۔ جس کا اصل عمارت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

وہ موجودہ الجھن سے پیچھا چھڑانے کے لئے سوچنے لگی کہ آخر اس سائبان کا کیا مصرف ہو گا۔

اس نے سوچا کیوں نہ اپنی گاڑی سائبان ہی میں کھڑی کر دے کیونکہ وہ بالکل خالی پڑا تھا۔

"ایکسیلریٹر پر دباؤ پڑا اور گاڑی سائبان کے نیچے رینگ گئی۔ انجن بند کر کے اگنیشن سے کنجی نکال لی لیکن اسے مٹھی میں دبائے بیٹھی رہی۔!"

یہاں سائبان کے نیچے بڑی گھٹن تھی۔

حماقتوں پر حماقتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ اس نے سوچا آخر یہاں آمرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اب یا تو یہاں گھٹتی رہو یا کپڑے بھگو کر عمارت تک پہنچو۔

عمارت کے اس بازو میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں تھا۔

اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر ایک پیر باہر نکالا ہی تھا کہ کسی گاڑی کی آواز قریب ہی سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہی ٹوسیٹر سائبان کی طرف آتی دکھائی دی۔ دائیں جانب اتنی جگہ تھی کہ ٹوسیٹر پارک کی جا سکتی۔ فریدہ نے اپنا پیر اندر کھینچ کر دروازہ بند کر لیا۔

ٹوسیٹر اس کی جانب آکر رکی تھی۔ اس نے ڈرائیور پر اچٹتی سی نظر ڈالی جو زرد قمیض اور نیلی

پتلون میں ملبوس تھا۔

اس نے انجن بند کیا۔ لیکن گاڑی سے نیچے نہیں اترا۔ دھندلی روشنی میں اس کے خدوخال واضح طور پر نظر نہیں آرہے تھے۔ ویسے فریدہ محسوس کرتی رہی تھی کہ اس کی توجہ اس کی طرف نہیں ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے وہاں کسی دوسرے کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

فریدہ بھی چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھی چہرے پر رومال جھلتی رہی۔ جسم پر پسینے کی بوندیں رینگ رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اس آدمی کو ٹوسیٹر سے نیچے اُتر کر سائبان کے سرے کی طرف جاتے دیکھا۔ لیکن وہ باہر جانے کی بجائے سرے پر ہی رک گیا۔

وہ ایسے رخ سے کھڑا تھا کہ فریدہ اس کا چہرہ صاف دیکھ سکتی تھی۔ جوان تھا۔ خدوخال دلکش تھے۔ صحت منداور توانا جسم رکھتا تھا۔ لیکن چہرے پر برسنے والی حماقت دوسری تفصیلات سے پہلے نظر آگئی تھی۔ اس حماقت میں معصومیت کی ہلکی سی آمیزش کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اور اس وقت تو اس کی آنکھوں سے کسی ایسے بچے کی آنکھوں کا سا خوف ظاہر ہو رہا تھا جس کو دیر سے گھر پہنچنے پر باز پرس کا خدشہ لاحق ہو۔ پتہ نہیں ممی اور ڈیڈی کس طرح پیش آئیں۔

فریدہ نے سوچا شاید وہ اس وقت بھی اپنی ٹوسیٹر ہی میں موجود تھا۔ جب اس نے اپنی گاڑی اس کے قریب کھڑی کی تھی.... اگر یہ بات نہ ہوتی تو کپڑے ضرور بھیگ گئے ہوتے۔ عمارت سے اس جگہ کا فاصلہ جہاں تینوں گاڑیاں کھڑی تھیں اتنا ہی تھا کہ آدمی اچھی طرح بھیگ سکتا تھا۔

فریدہ چند لمحے اسے غور سے دیکھتی رہی۔ پھر خود بھی گاڑی سے اتر آئی۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ کوئی بے حد سیدھا اور بے ضرر آدمی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی ہی تھی کہ وہ بے تحاشہ چونک پڑا۔ عجیب سی بوکھلاہٹ طاری ہوگئی تھی اس پر.... ہونٹوں کے گوشے پھڑکنے لگے تھے اور وہ کچھ اسی قسم کا منہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا جیسے حلق میں کوئی چیز اٹک گئی ہو۔

"مم.... میں.... مم.... معافی چاہتا ہوں....!" وہ ہکلایا۔

"کس بات کی معافی....؟" فریدہ مسکرائی بھی اور اپنے لہجے میں تحیر بھی پیدا کیا تھا۔

"مم.... مجھے معلوم نہیں تھا کہ.... آپ.... یعنی کہ.... مم.... مطلب یہ کہ۔!"

"آپ میری موجودگی سے آگاہ نہیں تھے۔!" فریدہ نے اس کی مشکل آسان کردی۔!"

"جی.... جی ہاں....!" وہ اس طرح بولا جیسے دل پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔

"لیکن میں.... اس سائبان کی مالک تو نہیں....!"

"نہیں.... ہیں....!" اس کے لہجے میں حیرت کے ساتھ بوکھلاہٹ بھی تھی۔

"قطعی نہیں.... ڈاک بنگلے کسی کی ملکیت نہیں ہوا کرتے۔!"

"اوہ.... جی ہاں.... جی ہاں!" اس نے سر ہلا کر کہا اور احمقانہ انداز میں ہنسنے کی کوشش کی۔

"آپ بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہیں۔!"

"جی ہاں.... یقیناً.... بہت زیادہ....!"

"میں بھی پریشان ہوں.... ڈاک بنگلے کا محافظ کہہ رہا تھا کہ شاید ہمیں رات یہیں بسر کرنی پڑے گی۔!"

"سب اسی کا کیا دھرا ہے....!" وہ دانت پیس کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"یعنی کہ اسی نے مجھے بھی روک لیا تھا۔ ورنہ میں تو....!"

"اوہو.... تو کیا آپ گاڑی سمیت اس جھیل میں تیر جاتے۔!"

"کیا پتہ اس نے سچ کہا ہے.... یا جھوٹ.... اگر ہم آج رات یہاں ٹھہر گئے تو وہ ایک کے چار بنا لے گا۔!"

"تو پھر آپ کیوں رک گئے....؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا....!"

"کیا سمجھ مین نہیں آتا....!"

"آخری موقع میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ ملازمت بھی میرے ہاتھ سے نکل گئی۔ انہوں نے مجھے اپائنٹمنٹ لیٹر بھیج دیا تھا۔ آج بارہ بجے تک حاضری تھی۔ اسکے بعد انہیں اختیار ہوگا۔!"

اس کی آواز میں غصیلا پن پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بولتا رہا۔ "بارہ بجے کے بعد انہوں نے کسی اور کو رکھ لیا ہوگا۔ اب یہ بارش وارش آدمی کے بس کا روگ تو نہیں.... مگر کیا پتہ وہاں بارش نہ ہو رہی ہو کہ ہو رہی ہو گی۔!"

بالکل ڈیوٹ... فریدہ نے سوچا اور سر ہلا کر بولی۔ "ممکن ہے ہو رہی ہو۔ آپ کہاں جا رہے تھے۔!"

"ہالی ڈے کیمپ.... انہیں ایک الیکٹریشن کی ضرورت تھی۔!"

"کہاں سے آئے ہیں....؟"

"شاہ دارا سے....!"

"واقعی آپ کا بڑا نقصان ہوا ہے۔!"

"لعنت ہے ایسی زندگی پر....!"

"لیکن آپ کو اس سے بددل نہ ہونا چاہئے۔!"

"جی اچھا....؟" اس نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ پھر اس طرح مطمئن نظر آنے لگا جیسے واقعی اسے اس سے بددل نہ ہونا چاہئے۔

لیکن فریدہ کسی طرح بھی باور نہ کر سکی کہ وہ بن رہا ہے۔ اس کے چہرے کے تاثرات میں بناوٹ نہیں تھی۔ بے ساختہ پن تھا۔

"تو آپ الیکٹرک کا کام جانتے ہیں۔!" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بی....ای.... کی ڈگری ہے میرے پاس....!"

"اور آپ اس طرح بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔" فریدہ نے کہا۔

نہ جانے کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اتنی ہی سی دیر میں اس پر چھا گئی ہو۔

"شاہ دارا کے پاور ہاؤس میں ایک جگہ نکلی تھی۔ لیکن وہ کسی بڑے آفیسر کے بھتیجے.... مطلب کہ جی ہاں.... میرے پاس کوئی بڑی سفارش نہیں تھی۔!"

"ہاں سفارش.... جی ہاں.... میں آپ کا مطلب سمجھ گئی۔!"

فریدہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس کے لئے کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ کیوں نہ ابھی اور اسی وقت اسے ہموار کر لیا جائے۔ وقتی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور شاید آئندہ بھی وہ اس کی پریشانیوں کے سدباب کا باعث بن سکے۔

"تو اب آپ کی بددلی باقی نہیں رہی۔!" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی نہیں قطعی نہیں....!" وہ بھی بہت زیادہ خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"میں آپ کے لئے اچھی سی ملازمت کا انتظام کر سکتی ہوں۔!"

"اوہ....!" اس کی زبان سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ نکل سکا۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں

پُر مسرت چمک تھی۔ چہرے کی رنگت گہری نظر آنے لگی تھی۔

"یقین کیجئے.... بلکہ یہ سمجھئے کہ آپ کو ملازمت مل گئی۔!"

"مم.... میں کس طرح....!"

"نہیں....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اچھا یہ بتائیے.... آپ کے ڈکے میں کچھ سامان وامان بھی ہے۔!"

"جی ہاں.... ہولڈ ال اور اٹیچی۔!"

"بب.... بس ٹھیک ہے۔!" فریدہ جلدی سے بولی۔ "آپ وہ سامان میری گاڑی کے ڈکے میں رکھ دیجئے۔!"

"لل.... لیکن....!"

"جلدی کیجئے....!"

"دد.... دیکھئے.... مجھے اپنی فٹی سے بڑی.... بڑی یعنی کہ محبت ہے۔!ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے۔ میں اسے یہاں نہ چھوڑ سکوں گا۔!"

"میں کب کہتی ہوں کہ اُسے یہیں چھوڑ دیا جائے۔ یہ تو بس رات بھر یہیں کھڑی رہے گی صبح آپ اپنی گاڑی میں ہوں گے۔ میں اپنی گاڑی میں۔!"

"تت.... تو میں رات بھر آپ کی گاڑی میں رہوں گا۔!"

"اوہو.... آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔!"

"مم.... میں.... نہیں تو....!" وہ زبردستی ہنس پڑا۔

بالکل گھامڑ.... فریدہ نے سوچا.... اور بولی۔ "اس وقت ہم ایک ایکٹویٹی کرنے جا رہے ہیں۔ میرے کچھ دوست مجھے دھوکہ دے کر ہالی ڈے کیمپ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن مجھے علم ہو گیا میں نے ان کا تعاقب کیا اور یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ ڈاک بنگلے میں موجود ہیں۔ مجھے سخت الجھن محسوس ہوئی ان کی یہاں موجودگی پر۔ میں سوچ رہی تھی کہ وہ مجھے دیکھ کر بے تحاشہ قہقہے لگائیں گے اور مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ میں تنہا ہوں اور اب آپ مل گئے ہیں۔ میں ان پر جتاؤں گی کہ آپ میرے گہرے دوستوں میں سے ہیں اور ہم نے ہالی ڈے کیمپ جانے کا پروگرام بہت عرصہ سے بنا رکھا تھا۔!"

"تت.... تو.... آپ انہیں بیوقوف بنائیں گی۔!"

"اوہ.... آپ تو بہت سمجھ دار ہیں.... جی ہاں یہی بات ہے۔!"

خلاف امید نوجوان نے بڑے مایوسانہ انداز میں اپنے سر کو جنبش دی۔

"کیوں.... کیا بات ہے....!"

"میں مجبور ہوں۔!"

"کیوں.... کیوں....!"

"میری ممی کہتی ہیں.... خود بیوقوف بن جاؤ.... لیکن کسی کو بے وقوف نہ بناؤ۔!"

"ہوں....!" فریدہ نے طویل سانس لے کر اس کے چہرے پر نظر جمادی۔ معصومیت اور حماقت مآبی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

بالآخر اُس نے کہا۔"اس کے باوجود بھی آپ کی ممی ہی کی بات اونچی رہے گی۔ بے وقوف تو میں بناؤں گی انہیں.... آپ سے کیا مطلب....!"

"لیکن میں آپ کا دوست کب ہوں۔!"

"ارے.... واہ اتنی دیر سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ابھی تک دوست ہی نہیں بنے....؟"

"بن گئے ہیں....؟" اس نے احمقانہ استعجاب کے ساتھ پوچھا۔

"پھر بھلا دوست کس طرح بنتے ہیں.... مل بیٹھتے ہیں۔ بات چیت ہوتی ہے اور بس.... دوست بن جاتے ہیں۔!"

"تب تو ٹھیک ہے....!" وہ اطمینان کے ساتھ سر ہلا کر بولا۔

"نام کیا ہے آپ کا....؟"

"عمران.... علی عمران....!"

"نام بھی آپ ہی کی طرح خوبصورت ہے۔!" فریدہ مسکرا کر بولی اور عمران نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"خدا کی قسم....!" فریدہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر رک گئی۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولی۔"لیکن آپ ان لوگوں کی موجودگی میں زیادہ تر خاموش ہی رہیں گے۔!"

"جی بہت اچھا....!"

"میں ان سے کہہ دوں گی کہ آپ فلسفہ کے طالب علم ہیں۔!"

"لل.... لیکن.... فلسفہ تو....!"

"فکر نہ کیجئے.... وہ سب میں سنبھال لوں گی۔ لیکن آپ کا رویہ میرے ساتھ ایسا ہی رہنا چاہئے جیسے ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ اگر مجھے مخاطب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آپ کی بجائے تم کہہ کر مخاطب کیجئے گا۔ میرا نام فریدہ ہے۔!"

"تب تو ٹھیک ہے....؟" وہ بہت زیادہ خوش نظر آنے لگا۔

"کیا ٹھیک ہے۔!"

"فریدہ کہہ کر تو میں آپ کی چٹیا بھی پکڑ سکوں گا۔!"

"کیا بات ہوئی....؟"

"میری چچازاد بہن کا نام بھی فریدہ ہے.... اور میں اس کی چٹیا پکڑ کر اس زور سے جھٹکے دیتا ہوں کہ گھنٹوں بیٹھی بسورا کرتی ہے۔!"

"خیر.... خیر.... ہاں تو اب اپنا سامان نکالئے ڈکے سے۔!"

عمران نے اپنی ٹوسیٹر کی ڈکے سے ہولڈ ال اور اٹیچی کو فریدہ کی گاڑی میں منتقل کر دیا۔

"اپنی گاڑی کو لاک کر دیجئے۔!" فریدہ نے کہا۔

"جی بہت اچھا....!"

سامان ڈکی میں رکھ کر فریدہ کی ہدایت کے مطابق وہ اگلی سیٹ پر اس کے قریب جا بیٹھا۔

فریدہ نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی بیک کی اور اُسے سیدھی عمارت کے برآمدے کی طرف لیتی چلی گئی۔

برآمدے سے ملا کر گاڑی کھڑی کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "دیکھو ہوشیار رہنا۔ یہ قطعی نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم یہیں اتفاقاً میرے دوست بنے ہو۔!"

"جی بہت اچھا....!"

"پھر وہی جی بہت اچھا....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "یوں کہو.... اچھا فریدہ ایسا ہی ہو گا۔!"

وہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ "اچھا فریدہ ایسا ہی ہو گا۔!"

"بس دروازہ کھول کر نیچے اترو اور مجھے بھی اترنے میں مدد دو....!"

"مدد کیسے دوں....؟"

"یعنی کہ جب میں نیچے اترنے لگوں تو میرا ہاتھ پکڑلو اور یہ ظاہر کرو جیسے مجھے بھیگنے سے بچانا چاہتے ہو۔!"

"گگ.... گود میں اٹھا کر.... وہاں پہنچادوں یعنی کہ....!" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"احمق.... وہ جھینپ گئی.... سارا کھیل بگاڑ دو گے۔!"

"پھر بتایئے میں کیا کروں....!" وہ بے بسی سے بولا۔

"ایک طرف ہٹ جاؤ.... میں خود اتر جاؤں گی۔!"

"جی بہت اچھا....!" وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا اور اس کے لئے دروازہ کھولے رہا۔ وہ ایک ہی جست میں برآمدے میں پہنچ گئی۔

"اب چلو.... اندر چل کر دیکھیں کہ وہاں کوئی ایسا آدمی بھی مل سکتا ہے جو ہمارا سامان ڈکے سے نکال کر اندر پہنچادے۔"

"میں دوڑ کر دیکھ آؤں....!"

"اوہ.... بس خاموش رہو.... چلو میرے ساتھ۔!" اس نے کہا اور سوچا اتنا گھامڑ آدمی آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ آخر اس نے انجینئرنگ کی ڈگری کیسے حاصل کی ہوگی۔

وہ دونوں نشست کے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں چار مرد مختلف جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی بھی تھی۔ خاصی دلکش اور اسمارٹ تھی۔ عمر بیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ اس کے قریب ہی ایک توانا اور بھاری جبڑوں والا مرد بھی بیٹھا نظر آیا۔ اس کی عمر بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں تھی لیکن جسم کی بناوٹ کی بنا پر بھاری بھرکم لگتا تھا۔ گٹھا ہوا کسرتی بدن لباس کے اوپر سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔ شخصیت خاصی پرکشش تھی۔

فریدہ نے وہاں ان دونوں کی موجودگی پر حیرت ظاہر کی اور وہ بھی اُسے دیکھ کر سٹپٹا سے گئے تھے۔

"اوہو... تیمور.... صفیہ....!" فریدہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر وہ ہنس پڑی....اور بولی۔ "تم لوگ کہاں آپھنسے....!" لڑکی جسے اس نے صفیہ کہہ کر مخاطب کیا تھا کرسی سے اٹھتی

ہوئی بولی۔ "تم کہاں جا رہی تھیں.... ؟"

"ہالی ڈے کیمپ.... یہ عمران ہیں.... اور یہ صفیہ.... کیوں؟ میرا خیال ہے کہ تم دونوں پہلے بھی مل چکے ہو۔!"

صفیہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور اب وہ مرد بھی کرسی سے اٹھ گیا تھا جسے فریدہ نے تیمور کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

"نہیں میں تو پہلی بار مل رہی ہوں۔!" صفیہ نے عمران کو نیچے سے اوپر تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"شاید مجھے بھی پہلے کبھی ان سے ملنے کا فخر نہیں حاصل ہوا۔!" تیمور گونجدار آواز میں بولا۔

"تت.... تو.... اب مل لیجئے۔!" عمران ہکلایا۔

فریدہ ہنس پڑی اور عمران کو پیار سے دیکھتی ہوئی لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔ "یہ فلسفے کے طالب علم ہیں۔!"

"خوب....!" تیمور کا لہجہ طنزیہ تھا۔

عمران نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے تھے اور فرش کو تکے جا رہا تھا۔

"خیر.... ہاں تو....!" فریدہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی آہستہ سے بولی۔ "یہاں تو کوئی بھی ایسا نہیں دکھائی دیتا جو ہمارا سامان یہاں لا سکے۔!"

"میں خود ہی لئے آتا ہوں۔!" عمران بول پڑا۔

"یہی کچھ مجبوراً کرنا پڑے گا۔!" فریدہ بولی۔

وہ دونوں پھر بیٹھ گئے.... اور عمران انہیں وہاں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

یہاں کل پانچ کرسیاں تھیں اور ایک گوشے میں ایک بنچ پڑی ہوئی تھی۔

فریدہ بنچ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ بنچ پر بیٹھ بھی گئی۔

لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی اپنی کرسی اُسے آفر نہ کی۔ کچھ دیر بعد عمران ہولڈال اور اٹیچی سنبھالے ہوئے اندر آیا۔ اور غالباً اس انتظار میں چپ چاپ کھڑا رہا کہ فریدہ اُسے کوئی دوسری ہدایت دے!

"اوہو.... ڈیئر تو اسے رکھ دو نا کسی طرف....!" فریدہ نے جزبز ہو کر کہا۔

عمران نے فدویانہ انداز میں فوراً ہی تعمیل کی اور فریدہ نے اشارے سے اُسے سمجھانے کی

کوشش کر ڈالی کہ اب اُسے اس کے قریب ہی بیٹھ جانا چاہئے۔ لیکن وہ سامان کے قریب بالکل ٹھس کھڑا رہا۔

تیمور اُسے ایسی ہی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کے بارے میں کسی قسم کا اندازہ کرنا چاہتا ہو۔ صفیہ کے چہرے پر بھی الجھن کے آثار تھے۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"اس بنچ پر بیٹھنے سے شان نہ گھٹ جائے گی.... تم وہاں کیوں کھڑے ہو۔!" فریدہ نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ عمران کو مخاطب کیا۔

"اوہو.... ہاں.... ہاں....!" وہ چونک کر بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں....!"

"فکر نہ کرو.... بیٹھ جاؤ.... تفریحی سفر میں تکالیف بھی اٹھانی پڑتی ہیں۔ سچ کہتی ہوں فلسفے نے تمہیں کسی کام کا نہیں رکھا۔!"

عمران کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف بڑھا اور بنچ پر بیٹھ گیا۔ فریدہ منہ پر رومال رکھ کر آہستہ سے بولی۔ "یہ مت بھولو کہ ہم دونوں بے تکلف دوست ہیں۔!"

عمران نے آنکھیں بند کر کے سر کو اثباتی جنبش دی۔

پھر فریدہ نے کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔ "میں تو بہت خوش ہوں اس بے سر و سامانی میں کتنا رومان ہے۔!"

"ہے تو....!" عمران بے ڈھنگے پن سے چہکا.... اور فریدہ نے طویل سانس لی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کاش یہ اتنا احمق نہ ہوتا۔ کسی قدر اداکارانہ صلاحیت کا حامل بھی ہوتا۔

"کیوں نہ ہم.... یہ بنچ برآمدے میں اٹھا لے چلیں۔!" فریدہ نے کہا۔ "ایسی دلکش برسات کہاں نصیب ہوگی۔!"

"ضرور.... ضرور....!"

فریدہ اٹھ گئی۔ عمران نے بنچ اٹھائی اور اسے برآمدے میں لایا۔ فریدہ پیچھے پیچھے آئی تھی۔

"ٹھیک ہے.... بس یہیں رکھ دو....!" اس نے کہا۔

عمران نے بنچ رکھ کر پوچھا۔ "کیا سامان بھی اٹھا لاؤں....؟"

"اوہو.... سامان کہاں بھاگا جاتا ہے.... آخر تم پر اتنی بدحواسی کیوں طاری ہے بیٹھو....!"

وہ دونوں کمپاؤنڈ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ بارش کا زور کم ہو گیا تھا۔!

عمران ایک ٹک خلا میں گھورے جا رہا تھا۔ کبھی کبھی ٹھنڈی سانس لے کر منہ بھی چلاتا۔

"ارے تو کچھ بات ہی کرو....!" فریدہ بولی۔

"جج.....جی....!" عمران چونک پڑا۔

"شادی ہو گئی ہے....!" فریدہ نے پوچھا۔

"ب....بالکل....!" اس نے جلدی سے کہا.... ایسی بوکھلاہٹ طاری ہوئی تھی اس پر کہ فریدہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے....؟"

"مم...میں نے سوچا.. شاید پھر نوکری نہ دلوائیں آپ... میں نے اخبارات میں اکثر ایسے بھی اشتہارات دیکھے ہیں جن میں صاف لکھا ہوتا ہے کہ غیر شادی شدہ لوگ اپلائی نہ کریں۔!"

"نہیں....ایسی کوئی بات نہیں۔!" فریدہ سنجیدگی سے بولی۔

"شادی کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے بڑی شرم آتی ہے۔!"

"بھلا یہ کیوں....؟"

"بچے پیدا ہو کر مجھے پاپا کہیں گے؟" عمران نے کہا اور شرما کر سر جھکا لیا۔

"کیا بات ہوئی.... تم واقعی عجیب ہو....!"

عمران کچھ نہ بولا۔ فریدہ نے سوچا گفتگو جاری ہی رہنی چاہئے۔ ورنہ یہ فارم میں نہیں آسکے گا۔

"ہوں.... تو یہ بات ہے۔!" وہ سر ہلا کر بولی۔ "لیکن تم اپنے والد صاحب کو کیا کہتے ہو۔!"

"والد....!"

"کیا والد کہہ کر مخاطب بھی کرتے ہو....!"

"بالکل....!" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تو گویا اپنی نوعیت کے ایک ہی ہو۔!"

چونکہ کھلا ہوا استہزائیہ انداز تھا اس لئے عمران بگڑ کر بولا۔ "اس کا کیا مطلب ہوا....؟"

مطلب یہ کہ دنیا سے نرالے ہو۔ انگریزی میں باپ کو فادر کہتے ہیں لیکن کوئی بیٹا باپ کو فادر کہہ کر مخاطب نہیں کرتا۔ ڈیڈی یا پاپا کہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں یہی ہوتا ہوگا۔!"

"ہوتا ہو....!" عمران کا لہجہ بدستور غصیلا تھا۔

"یہ تو کھلی ہوئی زبردستی ہے۔!"

"دیکھئے جناب! میں امرود کو ہر حال میں امرود ہی کہوں گا۔!"

"میں نہیں سمجھی....!"

"سمجھئے.... وہ سامنے امرود کا درخت ہے اس میں امرود لگے ہوئے ہیں آپ بھی انہیں امرود ہی کہیں گی۔!"

"بالکل کہوں گی۔!"

"لیکن اگر آپ امرود کھارہی ہوں اور میں پوچھوں کیا کھارہی ہیں تو آپ یہ تو نہ کہیں گی کہ شکر قند کھارہی ہوں۔!"

"قطعی نہ کہوں گی۔!"

"بس اس طرح سمجھ لیجئے۔!"

"بھئی کیا سمجھ لوں....؟"

"لاحول ولا قوۃ....!" عمران زیرِ لب بڑبڑایا۔ "کیسی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔!"

"زور سے کہو جو کچھ کہنا ہو۔!"

عمران جھلا کر بولا "میں خط میں ان کو لکھتا ہوں جناب والد صاحب قبلہ السلام علیکم.... پھر زبان سے کیوں۔ ابا ٹبا یا پاپا ٹاپا کہوں؟"

"خدا کی قسم، تم تو واقعی فلسفیوں ہی جیسی باتیں کررہے ہو۔!" وہ ہنس پڑی۔

اور عمران بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"ہائیں.... تم تو خفا ہو گئے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اتنے میں وہ لوگ بھی برآمدے میں نکل آئے جو اندر بیٹھے ہوئے تھے۔

اب دراصل یہ مسئلہ چھڑا ہوا تھا کہ وہ بذاتِ خود وہاں تک جائیں جہاں سڑک پانی میں ڈوبی ہوئی بتائی جاتی ہے۔ خود دیکھ کر آئیں.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ ڈاک بنگلے والوں نے اپنی کمائی کے لئے یہ شوشہ چھوڑا ہو۔

عمران اور فریدہ ان کی گفتگو سنتے رہے۔ لیکن خود کچھ نہیں بولے۔ تیمور اور صفیہ بھی ان

لوگوں سے متفق تھے جو اس جگہ تک جانا چاہتے تھے۔ بارش اب بہت ہلکی ہو گئی تھی۔
وہ سب اپنی گاڑیوں کی طرف چلے گئے۔
"آپ کے دوست بھی جارہے ہیں۔!" عمران نے کہا۔
"ہوں.... اوں.... !" فریدہ چونک کر بولی۔ یک بیک وہ بہت زیادہ مغموم ہو گئی تھی۔
"لیکن یہ کیسے دوست ہیں....؟"
"کیوں....!" فریدہ اُسے گھور کر بولی۔
"انہوں نے آپ سے چلنے کو نہیں کہا۔!"
"کچھ ایسے زیادہ گہرے دوست بھی نہیں ہیں۔!"
"میرا تو کوئی دوست ہی نہیں ہے۔! میں کسی کو دوست بنانا پسند نہیں کرتا۔!"
"مجھے بھی نہیں....!" فریدہ اٹھلائی۔
"آپ تو مجھے نوکری دلائیں گی نا....!"
"یقیناً....!"
"بس تو پھر آپ میری دوست ہیں....!"
"کیا واقعی تمہاری کسی لڑکی سے دوستی نہیں۔!"
"کیا لڑکیاں بھی دوستی کے قابل ہوتی ہیں....؟" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"کیوں نہیں ہوتیں....!"
"ہرگز نہیں ہوتیں.... کیا وہ میرے ساتھ کبڈی کھیل سکتی ہیں۔!"
"واقعی تم عجیب ہو....!"
"کیوں نہ ہم بھی چل کر وہ جگہ دیکھ لیں۔!"
"میں تو اب کہیں نہ جاؤں گی۔ رات یہیں بسر کروں گی۔!"
"اور اگر وہ لوگ چلے گئے....!"
"جہنم میں جائیں....!"
عمران خاموش ہو گیا۔!
فریدہ گہری سوچ میں تھی۔ اس وقت پھر چوٹیں ہری ہو گئی تھیں۔ اس نے ایک ٹھنڈی

سانس لی اور عمران کو اس طرح دیکھنے لگی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

"کیا تم سچے دل سے میرا دوست بننا پسند کرو گے۔!" اس نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

عمران نے ایسے انداز میں پلکیں جھپکائیں جیسے وہ جملہ کسی غیر ملکی زبان میں ادا کیا گیا ہو۔

وہ حیرت سے منہ پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔!

"کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

عمران نفی میں سر ہلا کر اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"حالانکہ ہمارے معاشرے میں عورت اور مرد کی دوستی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا پھر بھی میری خواہش ہے کہ ہم دوست بن جائیں۔!"

"اچھی بات ہے۔!" عمران بے بسی سے بولا۔

"تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ ایک عورت تم سے دوستی کی خواہش رکھتی ہے؟" فریدہ جھنجھلا گئی۔

"دراصل مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا....!" عمران کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں بالکل وہ ہوں اس معاملے میں.... اُلو....!"

"تب تو تم اور زیادہ اچھے دوست ثابت ہو سکو گے۔!"

"لیکن مجھے آپ کا دوست بالکل پسند نہیں آیا.... کیا نام.... جمہور....!"

"جمہور....!" وہ ہنس پڑی۔ "جمہور نہیں تیمور....!"

"وہی.... وہی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تمہیں کیوں نہیں پسند آیا....؟"

"پتہ نہیں کیوں؟ اس کی صورت مجھے غصہ دلاتی ہے۔!"

فریدہ نے اُسے غور سے دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں اور عمران تو اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔

اتنے میں وہ دونوں گاڑیاں پھر واپس آتی دکھائی دیں۔

"اوہو....!" فریدہ بولی۔ "یقین نہیں آتا تھا اس بے چارے کی بات پر میں کہتی ہوں اگر اس غریب کو دو چار پیسے مل بھی گئے تو کیا یہ لوگ کنگال ہو جائیں گے۔!"

"کاش اس وقت میرے پاس دو چار مرغیاں ہوتیں۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب....!"

"بیس روپے فی مرغی کے حساب سے بہ آسانی فروخت کر سکتا۔!"

"چھوٹی بات.... تم اب ایسی باتیں نہ سوچو.... میرے دوست ہو۔!"

"کیا آپ ہنری فورڈ ہیں....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں اتنی دولت مند تو نہیں ہوں.... لیکن تم میری گاڑی تو دیکھ ہی رہے ہو۔!"

عمران نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ سب اپنی گاڑیوں سے اترے اور پھر برآمدے میں آ کھڑے ہوئے۔

فریدہ نے محسوس کیا کہ تیمور عمران کو گھورے جارہا ہے اور صفیہ کی نظریں بھی اسی کیطرف ہیں۔ اسے ایک طرح کی طمانیت کا احساس ہوا اور کچھ دیر پہلے کی گھٹن دور ہو گئی۔ تو اس نے انہیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔ اس نے سوچا اور یک بیک کھلنڈرے موڈ میں آ گئی۔

برآمدے کے نیچے ایک بہت بڑا مینڈک پھدکتا پھر رہا تھا۔ اس نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر مینڈک کی طرف اشارہ کیا۔ مقصد صرف مینڈک دکھانا تھا۔ لیکن عمران نے دوسرے ہی لمحے میں برآمدے سے باہر چھلانگ لگائی اور اس مینڈک کو پکڑنے کے لئے دور تک دوڑتا چلا گیا اور بالآخر پکڑ کر ہی دم لیا۔

برآمدے میں کھڑے ہوئے لوگ ہنس رہے تھے اور فریدہ کا موڈ بالکل چوپٹ ہو گیا تھا۔

تیمور اور صفیہ کے استہزائیہ قہقہے زہر لگ رہے تھے۔ اسے عمران پر شدت سے غصہ آیا اور وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔ وہاں بیٹھی رہ کر خود بھی مضحکہ بنتی۔ کچھ دیر بعد اس نے عمران کو اونچی آواز میں بولتے سنا.... اور بوکھلا کر پھر برآمدے میں نکل آئی۔

وہ سب عمران کو گھیرے کھڑے تھے.... اور عمران مینڈک کو دونوں ہاتھوں میں دبائے کہہ رہا تھا۔ "یہی ہے.... مجھے عرصہ سے اس کی تلاش تھی۔ اس مینڈک کو یونانی زبان میں "یونی گرس" اور عربی میں "بنی غورث" کہتے ہیں۔!"

"اوہو....!" کسی نے کہا۔ "ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ اتنا معزز مینڈک ہے۔!"

"اب اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے۔!" عمران نے سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔

"کچھ اور بتائیے اس کے بارے میں....!"

"زہر مہرہ ہوتا ہے اس کی کھوپڑی میں۔!"

"زہرہ مہرہ کیا چیز....؟" اُسی آدمی نے سوال کیا۔

"پتھر کی شکل کی ایک چیز ہوتی ہے۔ چمک دار اور سیاہ رنگ والی.... بالکل سیاہ نہیں.... بلکہ سبزی مائل سیاہی ہوتی ہے۔ زہر مہرہ کا استعمال تو سب ہی جانتے ہیں۔!"

"نہیں صاحب.... میں تو نہیں جانتا....!"

"اور کوئی صاحب....!" عمران نے کسی فٹ پاتھی مجمع باز حکیم کی طرح ہانک لگائی اور خاموشی سے ان کے چہروں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر بولا۔

"افسوس صد افسوس.... اتنے لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو زہر مہرہ کا استعمال جانتا ہو۔ اچھا ایک ایک قدم پیچھے ہٹ جائیے۔!"

وہ سب ہنستے ہوئے ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن تیمور اب بھی نہایت سنجیدگی سے عمران کو گھورے جارہا تھا۔ صفیہ کبھی ہنستی اور کبھی سنجیدہ ہو جاتی۔

"اچھا تو صاحبان.... میں آپ کو بتاتا ہوں.... زہر مہرہ سانپ کے زہر کا تریاق ہے۔ جہاں سانپ کے دانت کا نشان ہو وہاں زہر مہرہ رکھ دیجئے۔ وہ آپ کے جسم کے گوشت سے چپک کر رہ جائے گا اور اس وقت تک نہیں چھوٹے گا جب تک کہ سارا زہر چوس نہ لے.... کیا نام ہے اس مینڈک کا....!"

کوئی کچھ نہ بولا۔

عمران ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا پھر ہنس کر بولا۔ "بھول گئے اتنی جلدی.... یونانی میں پونی گرس اور عربی میں بنی غورث کہتے ہیں۔!"

"فیثا غورث کی اولاد تو نہیں ہے....!" کسی نے کہا۔

"جی میں اتنا جاہل نہیں ہوں....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ فیثا غورث ببول کے درخت کو کہتے ہیں۔!"

پھر قہقہہ پڑا.... تیمور اب بھی سنجیدہ تھا.... البتہ صفیہ دوسرے قہقہوں کا ساتھ دے رہی تھی اور فریدہ کا دل چاہ رہا تھا کہ عمران کو پیٹ کر رکھ دے۔

"بھائی صاحب.... اب اس سے زہر مہرہ حاصل کیسے کیا جائے گا۔!" ایک آدمی نے بڑی لجاجت سے پوچھا۔

"الٹالٹکا دیجئے.... اس کو.... اور نیچے آگ جلا کر گہرا دھواں کیجئے۔ بوکھلا کر خود ہی اُگل دے گا۔!" عمران نے کہا۔

"کھوپڑی توڑ کر کیوں نہ نکال لیں....!" کسی نے تجویز پیش کی۔

"ہرگز نہیں صاحبان.... اس طرح آپ زہر مہرہ ہرگز نہیں حاصل کر سکیں گے پانی ہو جاتا ہے۔ زندہ مینڈک راضی خوشی سے اگل دے تو آپ خوش نصیب ہیں۔!"

"ہاں یہ ٹھیک کہتے ہیں۔!" ان میں سے ایک آدمی بولا۔ چونکہ اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی اس لئے دوسرے خاموش ہی رہے۔

اور اس کے بعد تو سب ہی سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کرنے لگے تھے۔ کیونکہ انہیں کچھ کچھ یاد آرہا تھا کہ ان کے دادا یا نانا بھی زہر مہرہ کے بارے میں اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ فریدہ نے بھی یہی محسوس کیا جیسے پہلے بھی کبھی یہ چیز اس کے گوش گذار ہوئی ہو۔

پھر اُس نے ایک حیرت خیز منظر دیکھا۔ وہ سارے شریف آدمی اس مینڈک کو الٹالٹکا دینے کی فکر میں پڑ گئے تھے۔ اس کی پچھلی ٹانگیں باندھی گئیں.... اور ایک صاحب اسے لٹکائے کھڑے رہے۔ دوسرے جیالے نے اپنے سوٹ کیس سے دو قمیضیں نکالیں اور ان میں آگ لگادی۔ بارش کی وجہ سے انہیں خشک لکڑی یا خس و خاشاک نہیں مل سکتے تھے۔ لہٰذا زہر مہرہ حاصل کرنے کے شوق میں انہیں دو قمیضیں پھونکنی پڑی تھیں۔

فریدہ نے عمران کی طرف دیکھا جو اب اُن سے الگ تھلگ کھڑا انہیں عجیب انداز میں دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جیسے مینڈک کو الٹالٹکا دیکھ کر سخت عبرت ہوئی ہو۔

"ذرا اور ادھر.... دھواں نہیں لگ رہا۔!" قمیضوں میں آگ لگانے والے نے اسے ہدایت دی جو مینڈک کو الٹالٹکائے کھڑا تھا۔

فریدہ سنجیدگی سے منتظر تھی کہ اب مینڈک نے منہ کھولا اور اب زہر مہرہ ٹپکا۔

دونوں قمیضیں خاک ہو گئیں.... لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

اب عمران کچھ اس قسم کا منہ بنائے ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا جیسے نادانستگی میں کوئی کڑوی چیز کھا گیا ہو۔

دفعتاً فریدہ نے محسوس کیا کہ اب ان لوگوں کی آنکھوں میں خفت اور جھنجھلاہٹ کے آثار

پائے جارہے ہیں۔

"کیوں جناب....!" اچانک اس آدمی نے عمران کو مخاطب کیا جس نے اپنی دو عدد قمیضیں ضائع کی تھیں۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" عمران سر ہلا کر پُر تشویش لہجے میں بولا۔

"دراصل مجھے یاد نہیں اسے کتنی دیر تک دھواں دیا جاتا ہے۔!"

"بے وقوف بناتے ہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے توبہ توبہ....!" عمران دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "یہ بات ہو تو سامنے کی دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں۔!"

"سامنے کی.... یعنی میری....!" اس نے جھینپ کر کہا۔

"خدانخواستہ....!" عمران کے لہجے میں خلوص تھا۔

"آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی مینڈک ہے....!" دوسرا آدمی بولا۔

"اب میں کیا عرض کروں جناب.... حکیم نل نل فلوس نے یہی پہچان لکھی ہے۔ میں کہتا ہوں ابھی کچھ دیر اور دھواں....!"

"اب آپ اپنی قمیض اتاریئے....!" پہلا بول پڑا۔

"اگر مانگے کی نہ ہوتی تو اسے اس تجربے پر قربان کر دیتا۔!"

"عمران....!" فریدہ نے اُسے آواز دی۔

"او.... ہو.... اچھا اچھا....!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

"اندر چلو....!" فریدہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

اندر گھسیٹ لائی اور ہانپتی ہوئی بولی۔ "یہ تم نے کیا شروع کر دیا۔!"

"مم.... میں نے!" لہجہ نہ صرف تحیر آمیز تھا بلکہ اس میں خوفزدگی کی بھی آمیزش تھی۔

"ہاں تم نے.... یہ بچگانہ حرکتیں....!" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا مینڈک پکڑنے کو....!"

"پکڑنے کو کہا تھا.... میں نے یا صرف دکھایا تھا....!"

"لاحول ولا قوۃ....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کیا حماقت ہوئی ہے۔!"

"اور پھر یہ زہر مہرہ والی حرکت....!"

"بس یاد آگیا کہ اس مینڈک کو یونی گرس کہتے ہیں...یونانی میں اور عربی میں بنی غورث۔!"

وہ اُسے تیز نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔"اگر میں ساتھ نہ ہوتی تو یہ لوگ تمہاری پٹائی کر دیتے.... سمجھے۔!"

"آپ ساتھ نہ ہوتیں تو مجھے کیا پڑی تھی خواہ مخواہ مینڈک پکڑتا پھرتا۔!"

عمران نے بھی غصیلے لہجے میں کہا اور بڑبڑاتا رہا۔"واہ یہ اچھی رہی.... خود ہی تو مینڈک پکڑنے کو کہیں....!"

"تمہیں گھن نہیں معلوم ہوئی تھی۔!"

"اب معلوم ہو رہی ہے.... خواہ مخواہ ایک ایسے نامعقول مینڈک کے ساتھ مغزماری کرتا رہا جو زہر مہرہ بھی نہ اگل سکا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی اور دھواں دینا چاہئے۔!"

"اور اس گدھے نے اپنی دو قمیصیں پھونک دیں۔!"

"آپ کے پاس کوئی ساری واری بھی ہے....ابھی میں مطمئن نہیں ہوا۔!"

"کیا مطلب....؟اب میری ساری بھی جلوانے کا ارادہ ہے۔!"

"اگر میں اُس سے زہر مہرہ اگلوانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔!"

"تم اپنا اٹیچی ٹٹولو.... میرے پاس تو کچھ بھی نہیں....!"

"میرے پاس سارے کپڑے مانگے کے ہیں..چھ مہینے سے بے کار ہوں ہنسی کھیل نہیں ہے۔!"

"تو ان لوگوں سے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم مانگے کی قمیض پہنے ہوئے ہو۔!"

"آہا.... تو پھر کیا اُسے جلوا دیتا....!"

فریدہ زچ ہو جانے والے انداز میں خاموش ہو گئی۔

ڈاک بنگلے میں چار کمرے تھے۔ ایک ان دونوں کے حصے میں بھی آیا تھا۔ لیکن شب بسری کے لئے فرش ہی نصیب ہوا۔ ڈاک بنگلے کا محافظ پانچ سے زیادہ چارپائیاں مہیا نہ کر سکا تھا۔ چار عدد

ان کے ہاتھ لگی تھیں جو سیڈان پر آئے تھے اور ایک صفیہ اور تیمور کے حصے میں آئی تھی۔ اُن چاروں نے اخلاقاً بھی ایک چارپائی سے دستبردار ہونا پسند نہیں کیا تھا۔

فریدہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی موجودگی میں وہ دونوں ایک ہی کمرے میں رات گذارنے کی جرأت کر سکیں گے۔ اس کا خیال تھا کہ صفیہ اس سے کہے گی کہ وہ اس کے ساتھ رہے گی۔ عمران اور تیمور دوسرے کمرے میں رات بسر کریں گے۔

فریدہ سوچتی اور اُبلتی رہی۔ حتیٰ کہ ایک بار بے خیالی میں زبان سے بھی نکل گیا۔ ''میں اُسے گولی مار دوں گی۔!''

عمران جو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اُچھل پڑا اور گھگھیا کر بولا۔ ''وہ تو پہلے ہی مارا جا چکا۔!''

''کون....؟'' فریدہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''مینڈک....!''

''خاموش رہو....!''

''جی بہت اچھا....!''

''لالٹین کی ناکافی روشنی میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ کرنا دشوار تھا۔!''

فریدہ فوراً ہی سنبھل گئی۔ اس نے سوچا اس بے چارے سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کرنی چاہئے۔

''تم کب تک یونہی بیٹھے رہو گے۔ اپنا بستر بچھاؤ اور سو جاؤ۔!''

''اور آپ....!''

''میں عادی ہوں جاگنے کی.... ساری رات اسی کرسی پر بیٹھ کر گذار سکتی ہوں۔!''

''اور میں سر کے بل کھڑا ہو کر بھی سو سکتا ہوں۔ اس لئے براہِ کرم میرا بستر استعمال کیجئے۔!''

''یہ ناممکن ہے.... اتنی زیادہ تکلیف نہیں دے سکتی تمہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ میرے ساتھ اس ڈرامے میں شریک ہو گئے ہو۔!''

''میری سمجھ میں تو نہیں آتا....!''

فریدہ کچھ نہ بولی۔ وہ اسے بتاتی بھی کیا....؟

"تم اپنے بارے میں مجھے بتاؤ....؟" اس نے کہا۔

"میں.... یعنی میں.... اپنے بارے میں۔!" عمران رک رک کر بولا۔ "علی عمران نام ہے۔ باپ کا نام ایف رحمان۔ پتہ نہیں کیوں وہ خود کو فضل الرحمٰن لکھتے ہوئے شرماتے ہیں۔ ہمیشہ ایف رحمان ہی لکھتے ہیں۔ ہر سال میرے لئے ایک بھائی یا بہن مہیا کرنا ان کی ہابی ہے۔!"

"مضحکہ اڑا رہے ہو باپ کا....!"

"وہاٹ اے گریٹ مین ہی از....!"

"میں ان کے بارے میں نہیں تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔!"

"ابھی میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ اپنے بارے میں کچھ بتا سکوں۔!"

"کوئی گرل فرینڈ بھی رکھتے ہو....!"

"کہاں رکھوں.... جیب بہت مختصر ہے۔!"

"اس وقت تو تم بڑی عقلمندی کی باتیں کر رہے ہو۔!"

"سورج طلوع ہوتے ہی عقل رخصت ہو جاتی ہے۔!"

"کبھی کسی سے محبت بھی کی ہے۔!"

"صرف اپنی فٹی سے.... جو ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے۔!"

"کرو بھی کیا؟ تمہیں منہ لگائے گا کون....!" وہ جل کر بولی۔

"اچھا اس کی بات نہ کیجئے۔ مجھے شرم آتی ہے....!" عمران نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا اور فریدہ ہنس پڑی۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔

"سوال یہ ہے کہ رات کیسے گذرے گی۔!" فریدہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔!"

"تم کیا سوچ رہے ہو....!"

"کچھ کھائے بغیر رات کیسے گذرے گی۔ چوکیدار نے کہا تھا کہ وہ رات کا کھانا مہیا کریگا۔"

"اگر اس نے کوئی ایسی اچھی بات کہی تھی تو مجھے اُس شریف آدمی کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔!"

عمران اٹھتا ہوا بولا۔

نہیں.... تم کہیں جاؤ گے نہیں....!"

"کیوں....؟"

"تنہا مجھے ڈر لگے گا.... دیکھو کتنا گہرا اندھیرا ہے۔!"

"لالٹین ساتھ لے جاؤں گا.... آپ فکر نہ کیجئے۔!"

"یعنی میں اندھیرے میں رہ جاؤں گی۔!"

"اندھیرے میں ڈر نہیں لگے گا۔!"

"کیا بات ہوئی....!"

"اندھرے میں کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا پھر ڈر کس چیز سے لگے گا۔!"

"پتہ نہیں کہاں کی منطق کھود لاتے ہو۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر بعد فریدہ نے پوچھا۔ "کیا تم بہت بھوکے ہو....؟"

"تین دن سے کھانا نہیں کھایا ہے میں نے....!"

"کیوں اڑاتے ہو....؟"

"چھ ماہ سے بیکار ہوں.... ہنسی کھیل نہیں ہے اور دیکھئے میں نے ان لوگوں کے ساتھ ایک لمبا چوڑا ناشتہ دان بھی دیکھا تھا۔!"

"کن لوگوں کے ساتھ....!"

"منصور اور صفیہ کے ساتھ....!"

"منصور نہیں.... تیمور.... تمہاری یادداشت کمزور معلوم ہوتی ہے۔!"

"اچھا کیا فرق ہے منصور اور تیمور میں....!"

"کوئی فرق ہی نہیں ہے....؟"

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔!"

"اچھا خاموش رہو.... دماغ چاٹ ڈالتے ہو۔!"

"پتہ نہیں کیوں.... اس آدمی تیمور کو دیکھ کر مجھے غصہ آنے لگتا ہے۔!"

"بھلا غصہ کیوں آنے لگتا ہے۔" فریدہ کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا ہے۔!"

"کہیں اس سے الجھ نہ بیٹھنا... توڑ مروڑ کر رکھ دے گا۔ کسی ارنے بھینسے کیطرح طاقتور ہے۔!"

"شاید اسی لئے غصہ آتا ہے کہ وہ کسی ارنے بھینسے کی طرح عقل سے بھی محروم ہے۔!"

"تم نے کیوں کہی یہ بات....؟"

"یہ کیسا دوست ہے آخر کہ ایک بار بھی اس نے آپ کی خیریت نہیں دریافت کی۔!"

فریدہ کا سارا جسم جھنجھلا اٹھا۔ ہونٹ ہلے لیکن جواب میں کچھ بھی زبان سے نہ نکل سکا۔ اس نے سوچا کہ اس اجنبی کو سب کچھ بتا دیا جائے؟ لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟ اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔

بالآخر وہ کھنکار کر بولی۔ "ہر طرح کے دوست ہوتے ہیں دنیا میں۔!"

"ہوتے ہوں گے۔ لیکن اس طرح کا دوست میری سمجھ میں تو نہیں آتا....!"

"کس طرح کا دوست....؟"

"یہ بھی آپ ہی بتایئے.... کوئی میں نے اُسے قریب سے دیکھا ہے۔!"

فریدہ خاموش ہو گئی۔ پھر زبردستی کی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "تو اس طرح بے تکی باتوں میں رات گذاریں گے۔!"

"میرا دل نہیں لگ رہا۔!" عمران بڑبڑایا۔

"کیوں....؟"

"مچھر نہیں ہیں.... یہاں....!" اس نے بڑی بیزاری سے کہا۔

"یعنی کہ مچھروں کے نہ ہونے کی وجہ سے تمہارا دل نہیں لگ رہا۔!"

"بالکل.... کتنا اچھا ستار بجاتے ہیں.... رات کی تنہائیوں میں دل بہلتا ہے اس سے۔!"

"کیا تمہارے ساتھ کوئی نہیں رہتا۔!"

"جی نہیں.... میں شاہ دارا میں تنہا رہتا ہوں۔!"

"اور گھر کے دوسرے لوگ....!"

"وہ سب دارالحکومت میں رہتے ہیں۔ مسٹر ایف رحمان کے ساتھ۔!"

"بڑی بیزاری سے اپنے باپ کا تذکرہ کرتے ہو۔!"

"اس سے بھی زیادہ بیزاری سے وہ میرا تذکرہ کرتے ہوں گے۔"

"کیوں....؟"

"انہیں شاید معلوم ہی نہ ہو کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر گیا۔!"

"عجیب عجیب باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ تم اپنے گھر والوں کے ساتھ کیوں نہیں رہتے۔!"

"شرم آتی ہے۔!"

"کیوں شرم آتی ہے۔!"

"اب اتنا لمبا چوڑا ہو جانے کے بعد بھی انہیں والد صاحب کہوں.... ممی کہوں....!"

"شاید تم کریک ہو....!"

"یہی ہے فساد کی جڑ.... وہ مجھے کریک سمجھتے ہیں۔ آپ بھی یہی سمجھتی ہیں۔ لہٰذا میں جا رہا ہوں۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"کہاں جا رہے ہو....!" فریدہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بس اب نہیں ٹک سکتا یہاں.... نوکری جائے چولہے میں....!"

"میں تمہیں اتنا بھی سیدھا نہیں سمجھتی کہ مذاق اور سنجیدگی میں فرق نہ کر سکو....!"

"بالکل سمجھئے.... بعض اوقات میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں خود کو کیا سمجھوں۔!"

"یہ اچھی بات تو نہیں ہے۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا.... یا تو آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے.... یا میں جا رہا ہوں۔ اپنا ہولڈال اور اٹیچی بھی لے جاؤں گا۔!"

"اتنی بے مروتی....!"

"بس میں کچھ اسی قسم کا آدمی ہوں۔!"

"اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔!"

"مجھے قطعی افسوس نہیں ہے اپنے رویے پر.... جب آپ تیمور جیسے دوستوں کو برداشت کر لیتی ہیں تو پھر میں تو کسی قدر شریف بھی ہوں۔!"

"سچ بتاؤں.... میں ابھی تک تمہیں سمجھ نہیں پائی۔ میرے دوستوں احبابوں میں بھی کوئی تم سا نہیں ہے۔!"

"اسی لئے بعض لوگ مجھے درِ یتیم بھی کہتے ہیں....!" عمران خوش ہو کر بولا۔

فریدہ اسے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے کس قسم کے آدمیوں میں شمار کرے۔

"اب میں آپ کے دوست تیمور کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"تت.... تیمور.... آخر وہ کیوں اس طرح تمہارے ذہن پر سوار ہو گیا ہے۔!"

"مجھے بھی معلوم نہیں.... لیکن وہ جب بھی میری طرف دیکھتا ہے مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے دل ہی دل میں مجھے گالیاں دے رہا ہو۔!" عمران نے کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "اور یہ صفیہ.... صفیہ تو بالکل بے وقوف لگتی ہے۔!"

فریدہ فوراً ہی کچھ نہ بولی۔ ویسے وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اسے ان دونوں کے بارے میں کیا بتائے۔ کیسے بتائے۔!

اب وہ پھر پچھتاوے میں پڑ گئی تھی۔ آخر ضرورت ہی کیا تھی ان دونوں کا تعاقب کرنے کی۔ لیکن اس بے چینی کو کیا کرتی جس نے راتوں کی نیند حرام کر دی تھی۔ دن کا سکون غارت کر دیا تھا۔

"مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو....!" اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اب میں اسی سے معلوم کر لوں گا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اسی سے پوچھوں گا کہ تم کیسے دوست ہو....!"

"میں سختی سے اس کی مخالفت کروں گی۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔!"

"آخر کیوں....!"

"بس یونہی.... میں اسے پسند نہیں کرتی۔!"

"آپ کون ہیں....!" عمران لڑاکا بوڑھیوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔ "جان نہ پہچان.... بڑی خالہ سلان.... میں سلان ہی کہتا ہوں.... سلام اور پہچان ہم قافیہ نہیں ہیں۔!"

"اچھا تو ردیف اور قافیہ میں بھی دخل رکھتے ہو....!" فریدہ ہنس پڑی۔

"کیوں نہ رکھوں....؟"

"ارے تمہارا موڈ کیوں خراب ہو گیا....؟"

"بس میں آپ کے توسط سے نوکری نہیں کروں گا۔ ورنہ میری آئندہ سات نسلوں تک یہ خبر پہنچ جائے گی کہ آپ کے توسط سے ملازم ہوا تھا.... اور میرے بچوں کی نظریں آپ کے بچوں کے آگے نیچے ہوں گی۔ خاص طور پر برخوردار ولی جبران تو اسے کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔!"

"یہ ولی جبران کون صاحب ہیں....؟"

"میرا لڑکا....!" عمران شرما کر بولا۔ "میں اپنے پہلے لڑکے کا نام ولی جبران رکھوں گا۔!"

"ابھی سے نام بھی طے ہو گیا۔!"

"بس سوچتا رہتا ہوں۔!" عمران نے پہلے سے بھی زیادہ شرما کر کہا۔ پھر یک بیک سنبھل کر بولا۔ "یہ میں کہاں کی اڑانے لگا۔ ہاں تو یہ تیمور....!"

"جہنم میں گیا تیمور.... بس تم ایسی ہی بھولی بھالی باتیں کرو.... رات کٹ جائے گی۔!"

"ارے اس کی وہ نظریں سخت توہین آمیز تھیں۔ میرے سینے میں بھٹی دہک رہی ہے۔!"

"تو محض نظروں کی وجہ سے تم جھگڑا مول لو گے۔!"

"کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی کئی بار محض نظروں ہی کی وجہ سے جھگڑا کر چکا ہوں۔!"

"کیا ہوا تھا.... کوئی واقعہ مجھے بھی سناؤ....!"

"بس کسی کی آنکھ کچھ کہہ دے.... پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔!"

"آخر کیا کہتی ہیں آنکھیں....؟"

"ایک بار کسی کو میں نے کوئی مشورہ دیا تھا۔ دفعتاً قریب ہی پائی جانے والی دو آنکھوں سے آواز آئی آپ چغد ہیں۔ بس ٹھیک پیشانی ہی پر میرا گھونسا پڑا تھا۔!"

"آنکھوں سے آواز آئی تھی....؟"

"ہاں.... صرف میں ہی سن سکتا ہوں ایسی آوازیں میرا دعویٰ ہے....!"

"اپنی باتیں تم خود ہی سمجھو.... میری سمجھ میں تو نہیں آتیں....!"

"سمجھنے کی کوشش کیجئے.... پچھلے سال ایک لڑکی کی آنکھوں سے آواز آئی تھی۔ مجھے تم سے وہ ہے۔!"

"یہ....وہ کیا ہے....؟"

"ارے وہی....!"

"کیا وہی....؟"

عمران نے دانتوں میں انگلی دبا کر آہستہ سے کہا۔ "محبت" اور فریدہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اور پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی آنکھوں سے آواز آنے لگی۔ تم بدھو ہو۔ بالکل بدھو...!" عمران بولا۔

"تب تو تم نے اس کے بھی گھونسہ رسید کیا ہوگا۔!" فریدہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"نہیں.... میں ایسا نہیں کر سکا۔ لڑکیوں پر ہاتھ نہیں اٹھتا۔!"

"لڑکیوں کے ساتھ یہ رعایت کیوں ہے....؟"

"کچھ بے چاریاں مجھ سے بھی زیادہ ناقص العقل ہوتی ہیں۔!"

"فرض کرو.... کبھی کسی پر ہاتھ اٹھ ہی جائے تو....!"

"مجبوری ہے....!"

"پھر بعد کو تمہارا دل نہیں دکھے گا۔!"

"میں تیمور کی بات کر رہا ہوں۔!"

"اوہ.... ختم کرو.... یہ قصہ.... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔!" فریدہ بولی۔

"میں تین دن سے بھوکا ہوں۔!"

فریدہ جھنجھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ چوکیدار دروازے کے قریب کھنکارا۔

"کیا بات ہے....؟" فریدہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"آپ لوگ یہیں کھانا کھائیں گے یا سب کے ساتھ....!"

"یہیں....!" فریدہ نے کہا۔ "اور دیکھو جلدی کرو۔!"

"بہت اچھا بیگم صاحب.... ابھی دس منٹ میں آیا۔!"

اور پھر وہ ٹھیک دس ہی منٹ بعد دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ہاتھ میں کھانے کی سینی تھی اور ایک دیسی کتے کا پلا بھی اس کے ساتھ ہی کمرے میں گھس آیا تھا۔

وہ سینی رکھ کر چلا گیا۔ لیکن کتے کا پلا وہیں جم گیا تھا۔

تام چینی کی پلیٹ میں چکن کری تھی.... اور اس کے ساتھ کئی عدد موٹی موٹی روٹیاں۔

"اسے بھگادو....!" فریدہ نے کتے کے پلے کی طرف اشارہ کیا اور عمران نے پلیٹ سے ایک بوٹی نکال کر پتھر کیطرح اُسے کھینچ ماری۔ ہلکی سی "چیاؤں" کے ساتھ وہ پیچھے ہٹا اور پھر بوٹی پر ٹوٹ پڑا۔

"یہی طریقہ ہے....؟" فریدہ عمران سے الجھ پڑی۔

"میرے بس سے باہر ہے کہ اس وقت باہر پتھر ڈھونڈنے جاؤں.... دیکھتی رہئے۔ بوٹیاں مار مار کر اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا اگر یہ مردود یہاں سے نہ گیا۔"

دفعتاً کتے کے پلے کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ فریدہ بوکھلا کر کرسی سے اٹھ گئی۔ کتے کا پلا جتنی تیزی سے تڑپا تھا اتنی ہی تیزی سے ساکت بھی ہو گیا۔

"خبردار! کھانے میں ہاتھ نہ لگائیے گا!" عمران نے کہا اور جھپٹ کر دروازے کی چٹخنی چڑھا دی۔

پھر لالٹین اٹھا کر کتے کے پلے کے قریب آیا۔ وہ مر چکا تھا۔

اور کچلی ہوئی بوٹی بھی اس کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔

فریدہ کے پیر کانپ رہے تھے۔ سر چکرا رہا تھا۔ عمران نے لالٹین اونچی کر کے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ "بیٹھ جائیے۔!"

"لل.... لیکن.... یہ کیا....!"

"اس بوٹی کو غریب نگل بھی نہیں سکا تھا کہ جان نکل گئی۔!" عمران نے لالٹین نیچی کر کے کتے کے پلے کے قریب لاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھ گئی۔

"اب روکھی ہی روٹیاں زہر مار کرنی پڑیں گی۔!" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔

"یہ.... یہ.... میرے خدا....!" فریدہ کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

"ارے تو ایک وقت روکھی پھیکی ہی پر گذارہ کر لینے میں کون سی آفت آجائے گی۔!" عمران نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"میں.... میں.... اس کی بات کر رہی ہوں۔!" وہ مردہ پلے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"یہ کل صبح ناشتے میں کام آئے گا۔ امریکہ میں اس کے کباب بڑے ذوق و شوق سے کھائے

جاتے ہیں۔!"

عمران نے روٹی توڑ کر منہ میں رکھنا ہی چاہا تھا کہ فریدہ نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"کیا کر رہے ہو....؟"

"بھوک کے مارے کہیں اس طرح میں بھی ٹیں نہ ہو جاؤں۔!"

"خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو.... مت کھاؤ....!"

"روکھی سوکھی کھانے والے کتے کی موت نہیں مرا کرتے.... یہ سعادت تو مرغ خوروں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ بھی کھائیے۔!"

"نہیں.... میں تمہیں نہیں کھانے دوں گی....!" وہ دانت پیس کر بولی اور نوالہ اس کے ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا۔

"اے اللہ...اس نازک موقع پر میں ایک دعا مانگتا ہوں۔!" عمران گڑگڑایا۔ "پلیز اللہ میاں... نوٹ اٹ ڈاؤن... کہ آئندہ اب کسی خاتون سے میری ملاقات نہ ہونے پائے... بھرپایا!"

"تو گویا تم دیدہ دانستہ مرنا چاہتے ہو....!"

"میں کہتا ہوں کہ جو کچھ بھی ہے صرف مرغ میں ہے۔ روٹیوں میں ہرگز ہرگز نہ ہوگا۔!"

وہ بہت نیچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔

فریدہ خوف زدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "اگر اس وقت یہ کتا یہاں نہ آتا تو کیا ہوتا۔!"

"جو کچھ بھی ہوتا آپ کو ہوتا.... کیونکہ مجھے تو روکھی روٹیاں ہی کھانی تھیں....؟"

"آخر کیوں....؟"

"میں نے آپ کے لئے بھی تیمور کی آنکھوں سے کچھ ایسی ہی آواز سنی تھی۔!"

"کیا مطلب....!" وہ اچھل پڑی۔

"چوکیدار کو ہم سے کیا سروکار.... بھلا وہ زہر کیوں ملانے لگا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ کھانا جو صرف ہمارے لئے لایا جا رہا تھا اس میں کسی نے زہر ملا دیا ہو۔ خیر خیر.... یہ دیکھئے....!"

عمران نے دوسرا نوالہ توڑ کر اسے منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔ پھر اُسے حلق سے بھی اتار گیا۔

اس کے بعد دوسرا توڑا....اسی طرح پوری روٹی صاف کر گیا۔

فریدہ بے بسی سے اسے دیکھتی رہی۔ اُسے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ پیروں کی جان کچھ کھائے پیئے بغیر ہی نکل گئی ہو۔

"اور یہ صراحی بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔!" عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"لہٰذا ہم روکھی کھا کر پانی کی بھیک مانگ لائیں گے۔!"

"میں کہتی ہوں تمہیں خوف نہیں معلوم ہوتا۔!"

"روکھی سوکھی کھانے والے کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔!"

"اچھی بات ہے تو پھر اب تم کیا کرو گے....؟"

"صبر کے علاوہ اور کیا چارہ ہے.... آپ بھی صبر کیجئے.... ویسے اگر آپ مر جاتیں تو مجھے بیحد افسوس ہوتا۔!" عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"افسوس ہوتا تمہیں.... بھلا کیوں....؟"

"نوکری کا معاملہ ایک بار پھر کھٹائی میں پڑ جاتا۔!"

"بس....!" وہ جھنجھلا گئی۔

"ارے تو یہ اتنی ذرا سی بات ہے۔ چھ ماہ سے بیکار ہوں....؟"

"اگر اس وقت مر ہی گئے ہوتے تو پھر....!"

"مسٹر الیف رحمان کو اس کی اطلاع بھی نہ ملتی۔!"

"تم آخر ہو کیا بلا....؟"

عمران کچھ نہ بولا.... خاموشی سے کھاتا رہا۔ پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب میں پانی پینے جا رہا ہوں۔ اگر تیمور کی صراحی سے پی آؤں تو کیسی رہے۔!"

"نہیں.... تم وہاں ہرگز نہیں جاؤ گے.... میں لاتی ہوں تمہارے لئے پانی....!"

فریدہ کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آئی جہاں سیڈان والے چاروں مسافر ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر کرسیوں سے اٹھ گئے۔ وہ بھی کھانا ہی کھا رہے تھے۔

"میں تھوڑی سی تکلیف دینے آئی ہوں۔ آپ لوگ تشریف رکھئے۔ پانی چاہئے میں لے لوں گی۔ اس کمرے کی صراحی خالی پڑی ہے۔!"

"ضرور.... ضرور....!" وہ بیک وقت بولے۔

"فریدہ نے گلاس میں پانی انڈیلا اور یہ کہتی ہوئی کہ ابھی گلاس واپس کر جائے گی اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

عمران تنہا نہیں تھا۔

اس کے قریب ہی وہ چوکیدار ہاتھ باندھے کھڑا تھا جو کچھ دیر پہلے کھانا رکھ گیا تھا۔

"دیکھو.....!" عمران اس سے کہہ رہا تھا۔ "ہم یہ سالن نہیں کھا سکتے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ اُسے دوسری پلیٹ سے ڈھانک کر لاتے۔!"

"غلطی ہوئی جناب..... لیکن کیا کریں ہمارے پاس برتن کم ہیں۔!"

"ہوں ہوں.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "رات کو سینکڑوں خبیث روحیں اڑتی پھرتی ہیں۔ کھانے کو ہمیشہ دوسرے برتن سے ڈھانک کر کھلے آسمان کے نیچے لانا چاہئے ورنہ وہ خبیث روحیں اُسے چکھ لیتی ہیں۔ پھر اُسے کھاؤ تو جن آجاتے ہیں سر پر **اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا**.....!"

فریدہ نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن مردہ کتے کا پلا کہیں نظر نہ آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر پانی کا گلاس عمران کو تھما دیا۔

"شکریہ.....!" عمران گلاس لے کر کسی تھکے ہوئے بیل کی طرح سارا پانی پی گیا۔

وہ چاروں کھانا کھا رہے تھے۔ گلاس واپس کرنا ضروری تھا۔ ورنہ وہ اس وقت وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتی تھی۔ پتہ نہیں وہ کس احمقانہ انداز میں چوکیدار سے گفتگو کرے۔

بہر حال اُسے جلدی جلدی گلاس واپس کر کے پھر پلٹ آنا پڑا۔ اب عمران کہہ رہا تھا۔ کبھی کبھی یہ خبیث روحیں بالکل آدمی کی شکل میں سامنے آجاتی ہیں اور اس طرح سالن کو چکھتی ہیں کہ کم از کم تم جیسے شریف آدمی کو پتہ نہیں چل سکتا۔!

"کیسے چکھتی ہیں صاحب.....!" چوکیدار نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بس یہ سمجھ لو کہ تم کھانا لئے مگن مگن چلے جا رہے ہو۔ وہ کسی آدمی ہی کے انداز میں تم سے ٹکرائیں گی۔ اور "معاف کیجئے گا" کہہ کر آگے بڑھ جائیں گی۔ تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا کہ ٹکراتے وقت انہوں نے سالن چکھ لیا تھا۔"

چوکیدار ایسے انداز میں سر کھجانے لگا جیسے ویسی ہی سچویشن اس کے ذہن میں بھی موجود ہو۔

"یاد کر کے بتاؤ..... کہیں ایسا کوئی واقعہ پیش تو نہیں آیا۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا

ہوا بولا۔

"یہی ہوا تھا صاحب.... وہ صاحب مجھ سے ٹکرائے تھے۔ وہ جو دوسری بیگم صاحب کے ساتھ ہیں.... اپنے کمرے سے نکل رہے تھے میں اُدھر سے آرہا تھا۔!"

"بس تو ٹھیک ہے.... اب اسے یہیں رکھا رہنے دو.... ہم خبیث روحوں کا اثر زائل کرنے کی تدبیریں کریں گے اور پھر کھالیں گے۔ بس جاؤ....!"

وہ سلام کر کے چلا گیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔!" فریدہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"میرا خیال ہے کہ خبیث روح تیمور کی شکل میں اس سے ٹکرائی تھی۔!"

"آہستہ بولو....!" فریدہ نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا دعویٰ ہے کہ خبیث روحیں ہمیشہ جانی پہچانی شکلوں ہی کے روپ میں ٹکراتی ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو ان کی پٹائی ہو جائے۔!"

"وہ کتا کہاں ہے....؟"

"ہولڈال کے پیچھے.... میں نے سوچا کہیں مینڈک کے بعد کتے کا قصہ نہ چل نکلے.... اس لئے اُسے چھپا دیا تھا۔ ٹھیک کیا تھا نا....!"

فریدہ کچھ نہ بولی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلا میں گھورے جا رہی تھی۔

"آپ نے تو چکھا بھی نہیں تھا۔ پھر آپ کو کیا ہو گیا۔!" عمران نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں تو کیا مجھ پر جن آگیا ہے....؟" وہ چونک کر بولی اور کھسیانی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

"مم.... میں یہی سمجھا تھا.... آج کی رات بڑی ڈراؤنی ہے۔!"

"سچ بتاؤ.... اس واقعہ سے تم کیا سمجھے ہو۔!"

"عقل حیران ہے کہ کچھ سمجھوں بھی یا ٹال ہی جاؤں....؟" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "خبیث روح تیمور کی شکل میں چوکیدار سے ٹکرائی تھی اور آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں تیمور کے بارے میں کچھ بھی نہ سوچوں....!"

"تم آخر سوچو گے کیا.... اس کے بارے میں....!"

"بہتیری باتیں سوچی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ اس لڑکی صفیہ کی موجودگی میں آپ کا سامنا کرنا پسند نہ کرتا ہو۔!"

"بھلا وہ کس بناء پر ایسا چاہے گا....!"

"وہ جو ہوتی ہے.... کیا کہتے ہیں اُسے....!" عمران خاموش ہو کر متفکرانہ انداز میں اپنا بایاں گال کھجانے لگا۔ پھر بولا۔

"میں فی الحال یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ بستر بچھا کر لیٹ جایئے اور سونے کی کوشش کیجئے۔!"

"نیند نہیں آئے گی۔!"

"آپ کوشش تو کیجئے!" عمران نے کہا اور اٹھ کر ہولڈ ال کو کمرے کے وسط میں گھسیٹ لایا۔

"تم خواہ مخواہ زحمت نہ کرو.... میں بیٹھی رہوں گی۔!"

عمران نے لا پروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پھر اپنی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ فریدہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اس نے اسے بالکل ہی گاؤدی سمجھا تھا لیکن وہ تو معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

یہ معاملات.... وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تیمور اس حد تک گر جائے گا۔ احسان فراموش کمینہ.... اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ کنپٹیوں میں دوران خون ٹھوکریں مار تا رہا۔

کچھ دیر بعد یہ بھی بھول گئی کہ وہ اس کمرے میں تنہا نہیں ہے۔

"لیکن آپ تو ہالی ڈے کیمپ جا رہی ہیں۔!" کچھ دیر بعد عمران کی آواز سن کر چونک پڑی۔

"کیا کہا تم نے....؟"

"میں نے کہا آپ تو ہالی ڈے کیمپ جا رہی ہیں.... پھر نوکری کا کیا ہو گا۔!"

"تمہیں نوکری کی پڑی ہے۔!" وہ جھنجھلا گئی۔

"یعنی کہ.... تت.... تو....؟"

"مرے کیوں جا رہے ہو....!"

"یعنی کہ چھ ماہ سے بیکار ہوں اور مروں بھی نہیں....؟"

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ تمہیں نوکری مل گئی ہے؟" فریدہ نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

"ملے بغیر کیسے یقین کرلوں....!"

"الیکٹرک انجینئری کے بجائے تمہیں میرے سیکریٹری کے فرائض انجام دینے پڑیں گے۔ سات سو روپے ماہانہ معاوضہ.... رہائش کا انتظام بھی میرے ہی ذمے ہوگا۔ کھانا میرے ساتھ!"

"ارے جائیے.... کسی اور کو اُلو بنائیے گا۔ آپ نوکری دیں گی.... یعنی کہ آپ....؟"

"تم کیا سمجھتے ہو۔!" فریدہ تیز لہجے میں بولی اور اٹھ کر اپنا وینٹی بیگ کھولتی ہوئی غرائی۔ "دیکھو.... میں تمہیں ملازمت دے سکتی ہوں یا نہیں۔ یہ رہا میرا کارڈ....!" عمران نے کارڈ لے کر تحریر پر نظر ڈالی۔

"فریدہ منہاس

مینجنگ ڈائریکٹر

ذیشان ٹیکسٹائل ملز.... شکوہ آباد....!"

عمران کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے جھک کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آداب بجالاتا ہوں جناب.... محترمہ.... بیگم صاحبہ....!" بار بار دہرانا شروع کر دیا۔

"بس.... بس.... ختم کرو....!" فریدہ ہاتھ اٹھا کر ہنستی ہوئی بولی۔

اور عمران اس طرح "اٹین شین" ہو گیا جیسے کوئی رنگروٹ کسی میجر کی پیشی میں ہو۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں یہ بات قبل از وقت معلوم ہو سکے۔ اب تمہارے دوستانہ رویے میں فرق آجائے گا۔!"

"جناب عالی.... میں سیکریٹری کے فرائض بھی انجام دے سکوں گا۔ اچھا خاصا اسٹینو گرافر اور ٹائپ رائٹر بھی ہوں۔!"

"لیکن انگریزی کمزور ہے۔ ٹائپ رائٹر.... نہیں ٹائپسٹ....!"

"وہ تو لیڈی ہوتی ہے۔!"

"بہت خوب.... کہیں تم مجھے اُلو تو نہیں بنا رہے۔!"

"جی دراصل مجھے خود کو ٹائپسٹ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ پتہ نہیں کیوں....؟"

"فضول باتیں نہ کرو.... تم اب تک اپنے بارے میں سب کچھ جھوٹ کہتے رہے ہو۔ میں بیوقوف تھی لیکن تم اول درجہ کے چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔!"

"مم.... میری بات بھی سنئے....!"

"نہیں سنتی....!" وہ دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"امتحان کر لیجئے....!"

"میں نہیں بولتی....!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے.... میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہاں اب خاموشی ہی رہے تاکہ وہ ہم دونوں کو مردہ سمجھ کر....!"

"خاموش رہو....!"

"جی بہت بہتر....!"

عمران نے ہولڈ ال کھول کر بستر بچھا دیا اور خود اپنے لئے ایک چادر اور ایک تکیہ نکال کر کمرے کے دوسرے سرے پر چلا گیا۔ چادر فرش پر بچھائی تکیہ رکھ کر لیٹتے ہوئے کراہا۔ "اللہ تو کریم ہے۔!"

فریدہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر شائد تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اُسے آواز دی تھی لیکن جواب نہیں ملا تھا۔

اُسے وقت کا اندازہ نہیں کہ نیند کب غشی کی طرح اس کے ذہن پر طاری ہوئی تھی۔ عمران کا بچھایا ہوا بستر یونہی پڑا رہا تھا اور وہ کرسی ہی پر سو گئی تھی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو کوئی بُری طرح دروازہ پیٹ رہا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی عمران سامنے ہی کرسی پر تنا بیٹھا تھا۔

"کون ہے....؟" اس نے عمران سے پوچھا۔

"پتہ نہیں....!"

"تو تم بیٹھے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اٹھ کر دیکھا کیوں نہیں؟"

"میں نے کہا آپ ہی جاگ کر حکم دیں تو بہتر ہے۔!" عمران نے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

باہر چوکیدار ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔

"صبح کا سلام قبول فرمایئے جناب....!" عمران نے بڑے ادب سے کہا.... اور چوکیدار نے دانت نکال دیئے۔ پھر جلدی جلدی بولنے لگا۔ "سلام صاحب سب لوگ چلے گئے۔ میں نے کہا آپ بھی ناشتہ کرلیں۔ چائے اور روغنی نکیاں سرکار.... اس سے زیادہ اور کوئی خدمت نہیں کرسکتا۔!"

فریدہ نے ناشتہ کرنے سے انکار کردیا۔ رات بھی اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک دوسرے مسافروں کے بارے میں چوکیدار سے پوچھتی رہی۔ اور پھر اسے دس دس کے تین نوٹ دیتی ہوئی بولی۔ "اب ہم بھی جائیں گے۔!"

"بیگم صاحب.... کچھ تو کھاپی لیا ہوتا۔!"

"نہیں.... ٹھیک ہے....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

اس نے عمران کا ہولڈال اور اٹیچی اس کی ٹوسیٹر میں رکھوا دیئے.... اور اس سے بولی۔ "وہ دونوں شکوہ آباد ہی واپس گئے ہیں.... اب ہم بھی ہالی ڈے کیمپ نہیں جائیں گے۔!"

"جو حکم....!"

پھر دونوں اپنی اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔ ان کا رخ شکوہ آباد کی طرف تھا۔ فریدہ سوچ رہی تھی کیا سچ مچ تیمور یہی سمجھ کر شکوہ آباد واپس گیا ہے کہ وہ دونوں مر چکے ہوں گے۔ وہ تیمور کے مجرمانہ رجحانات سے بھی بخوبی واقف تھی۔ لیکن وہ اس حد تک بڑھ جائے گا۔ اس نے کبھی بھولے سے بھی نہیں سوچا تھا کیا وہ سب کچھ بھول گیا۔ سب کچھ....!

فریدہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں.... اور پھر تو ایسا معلوم ہوا جیسے کسی دریا کا بند ٹوٹ گیا ہو۔ اس نے گاڑی کی رفتار کم کرکے سڑک کے کنارے روک دی۔ کیونکہ وہ ہچکیوں اور سسکیوں کا طوفان اس کے روکے نہیں رک سکا تھا۔ اسٹیئرنگ وہیل پر سر اوندھائے بلک بلک کر رو رہی تھی۔

عمران نے بھی اس کے قریب ہی ٹوسیٹر روکی اور اتر کر پاس آ کھڑا ہوا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ سر اٹھائے بغیر یکساں رفتار سے بلکتی رہی۔ تقریباً دس منٹ تک یہی کیفیت رہی پھر اس نے سر اٹھایا.... اور سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو.... اب میری قوت برداشت جواب دے رہی ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گی۔ میں نہیں جانتی تم کون ہو.... لیکن....

لیکن تم پر اعتماد کر لینے کو جی چاہتا ہے۔!"

عمران نے چپ چاپ کار کا دروازہ کھولا اور اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"سنو....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی رہی۔ "تیمور کو میں نے تیمور بنایا ہے ورنہ وہ.... وہ.... خیر.... میں اور کچھ نہ کہوں گی۔ میں اتنا نہیں گر سکتی کہ اُسے بُرے لفظوں میں یاد کروں۔!"

"انسانیت کے معنی یہی ہیں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"صفیہ میری چھوٹی بہن ہے۔!"

"او ہو....!" عمران حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"چھوٹی بہن! جس کی ہر ضد میں نے ہمیشہ پوری کی ہے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ہم دونوں کے درمیان کاروبار کا بٹوارا نہیں ہوا تھا سارا کام یکجائی طور پر چل رہا تھا۔ ہم دونوں بہنیں تنہا تھیں۔ آفس میں ہمارا ایک دور کا عزیز کلرک کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ میں نے اسے اس پر آمادہ کیا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی رہا کرے۔ عجیب اتفاق تھا۔ وہ بھی اپنے خاندان کا فرد واحد تھا۔ والدین فوت ہو چکے تھے۔ کوئی بھائی بہن بھی نہیں تھے۔ والد صاحب نے ازراہِ اعزہ پروری اُسے اپنے یہاں ملازمت دی تھی.... ورنہ نان میٹرک لوگوں کو کون پوچھتا ہے آج کل بہر حال.... وہ ہمارے ساتھ رہنے لگا۔ میں نے کچھ دنوں بعد محسوس کیا کہ ذہین اور باصلاحیت آدمی ہے۔ لہٰذا میں اس کی زندگی کو نئی راہ پر لگانے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ بھی بڑی تیزی سے وہ سارے اثرات قبول کرتا رہا جو میں اس کے ذہن پر مرتسم کرنا چاہتی تھی۔ صرف چھ ماہ میں آدمی بن گیا۔ اب اس کی حیثیت میرے سیکریٹری کی سی تھی اور ڈیڑھ سو روپے پانے والا کلرک اب ساڑھے آٹھ سو روپے ماہانہ کما رہا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ میں اب ہر وقت اسی کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں.... اور اس کے رویے میں بھی مجھے ایسی ہی تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ سیکریٹری اور دوست سے بڑھ کر کوئی اور حیثیت ہو گئی تھی اس کی۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے اس سے شادی کر لینی چاہئے۔ لیکن خود اپنی زبان سے کیسے کہتی۔ ایک بے تکلف دوست کی حیثیت سے وہ مجھ سے کھل کر گفتگو کرنے کا عادی بن چکا تھا.... اور میرے اپنے لئے میرے جذبات واحساسات کو بھی بخوبی سمجھتا تھا۔ لہٰذا اسے ہی پہل کرنی چاہئے تھی۔!"

فریدہ خاموش ہو گئی اور عمران متفکرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑے خاموش بیٹھا رہا۔

"تم ہی بتاؤ.....!" فریدہ کچھ دیر بعد بولی۔ "اسے پہل کرنی چاہئے تھی نا.....!"

"میں نے بھی یہی سنا ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "شادی کی درخواست مرد ہی کرتے ہیں۔!"

"دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ صفیہ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ دونوں کو چھپ چھپ کر ملتے بھی دیکھا۔ ہم ایک عمارت میں رہتے تھے ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے گفتگو کرتے تھے۔ پھر چوری چھپے ملنے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ جبکہ صفیہ کو بھی علم تھا کہ میں تیمور سے کس قسم کا لگاؤ رکھتی ہوں پھر اچانک ایک دن صفیہ نے اعلان کیا کہ وہ بٹوارا چاہتی ہے۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی بھی مصالحت پر آمادہ نہ ہوئی۔ میں ہمیشہ سے اُس کی ضدیں پوری کرتی آئی تھی۔ لہٰذا مجھے ہی جھکنا پڑا۔ ہم میں علیحدگی ہو گئی۔ ذیشان ٹیکسٹائل ملز اور رہائشی کوٹھی میرے حصے میں آئی اور ایک جننگ فیکٹری تین بنگلوں سمیت اس کے حصے میں نکلی۔ اسی طرح مختلف قسم کی جائیدادوں کا بٹوارا ہو گیا۔ سب کچھ ہوا لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ تیمور مجھے چھوڑ جائے گا۔ جب اس نے مجھے اپنا فیصلہ سنایا تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجھے تین دن تک ہوش نہیں آیا تھا۔ وہ دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ملازمائیں میری خبر گیری کرتی رہی تھیں۔ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ کچھ دنوں بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ اب کسی مرد کی شکل تک نہ دیکھوں گی۔ لیکن اس کے باوجود بھی میں تیمور کے لئے بے چین رہا کرتی تھی.....اور کل اسی بے چینی نے مجھے ان کا تعاقب کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ تم خود سوچو کیا یہ ایک طرح کی دیوانگی نہیں تھی۔ وہ مجھ سے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ چونکہ میں نے ان کی ڈگی میں ہولڈال رکھا ہوا دیکھا تھا اس لئے خیال پیدا ہوا کہ وہ ضرور ہالی ڈے کیمپ ہی جائیں گے۔ لیکن ڈاک بنگلے تک پہنچنے سے قبل راہ میں کہیں بھی ان کی گاڑی دکھائی نہیں دی تھی۔ جب ڈاک بنگلے کے قریب رکنا پڑا اور کمپاؤنڈ میں ان کی گاڑی بھی کھڑی دیکھی تو مجھے ہوش آیا اور میری خودداری نے اسے گوارا نہ کیا کہ تنہا ان کے سامنے جاتی اور ان پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ میں ان کا تعاقب کرتی ہوئی آئی ہوں۔ خدا نے میری مشکل آسان کر دی۔ یعنی تم مل گئے۔ پھر تمہاری ہی ذہانت نے میری جان بچائی۔ خدا کی پناہ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ یااللہ انسان کتنا احسان فراموش واقع ہوا ہے۔ وہ مجھے زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ سنو..... وہ اپنی کوشش جاری رکھے گا۔ میری طبیعت سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اب کوئی مرد میری زندگی میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اگر وہ مجھے مار ڈالے

تو میرا اثاثہ قانونی طور پر صفیہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ پھر دونوں شادی کر لیں گے۔!"

"ارے... لاحول... مجال ہے.... آپ دیکھئے گا.... ایسے ایسے بہت دیکھے ہیں۔!" عمران بول پڑا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بے جان سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "کوئی بہت بڑا دعویٰ نہ کر بیٹھنا۔ ورنہ میں تم سے بھی متنفر ہو جاؤں گی۔ یہ تیمور بڑے بڑے دعوے کیا کرتا تھا۔ کہتا تھا کہ میری افسردگی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں مغموم ہوتی ہوں تو اس کا جگر کٹنے لگتا ہے۔ میں اداس ہوتی ہوں تو اس کا دل چاہتا ہے کہ اپنا گلا گھونٹ لے.... اور اب وہی مجھے زہر دینے پر تلا ہوا ہے۔!"

"پولیس کو اطلاع دے دی جائے....!" عمران نے پوچھا۔

"نہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں.... بے چارہ چوکیدار پھنسے گا.... کون یہ ثابت کر سکے گا کہ وہ تیمور ہی کی حرکت تھی۔!"

"جی ہاں....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو ٹھیک ہی کہتی ہیں آپ۔!" فریدہ خاموش ہو گئی تھی۔ آنکھیں بھی خشک تھیں۔ ہونٹوں پر پپڑیاں نظر آنے لگی تھیں۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک بار پھر عمران کی آنکھوں میں دیکھا اور بولی۔

"میں تم سے مطمئن نہیں ہوں۔ پھر بھی نہ جانے کیوں تم پر اعتماد کر لینے کو جی چاہتا ہے۔!"

"صرف چھ ماہ کے لئے مجھے نوکری دے دیجئے.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس طرح گردن توڑ دوں گا اس گرگٹ کی کہ رنگ بدلنا بھول جائے گا۔!"

"بھلا تم کیا کرو گے....؟"

"بس جو بھی موقع پر سوجھ گئی۔ پہلے سے کوئی پروگرام بنانے کا قائل نہیں ہوں۔!" عمران نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"میری طرف دیکھو....!"

عمران نے نظر اٹھائی لیکن خود اس کے چہرے پر شرمیلے پن کی سرخی دوڑ گئی تھی۔ فریدہ کسی طرح بھی باور نہ کر سکی کہ وہ ایکٹنگ بھی ہو سکتی ہے۔

"ایک عرصہ تو تمہیں سمجھنے میں گذر جائے گا۔!" وہ مسکرا کر بولی۔ "مگر تم فکر نہ کرو.... میں

تمہیں بھی آدمی بناؤں گی۔!"

"جی....!" عمران نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالیں۔

"آدمی.... آدمی بناؤں گی تمہیں....!"

"کتے کا پلا بن سکتا ہوں لیکن آدمی بننا میرے بس سے باہر ہے۔!" عمران نے اترنے کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو.... تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"آ بھی نہیں سکتی.... میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ جہاں رات ہوئی گاڑی روکی اور سیٹ پر گٹھری بن کر پڑ رہا۔!"

"آخر کیوں....؟" فریدہ کی آنکھوں میں ایک بار غم کی جھلکیاں نظر آئیں۔

"آدمیت اور انسانیت سے میرا یقین اٹھ گیا ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے.... کیا تم نے بھی چوٹ کھائی ہے....؟"

"دل پر نہیں.... سر پر کھائی ہے۔!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں.... خیر ختم کرو.... ہمیں جلد از جلد شکوہ آباد پہنچ جانا چاہئے۔!"

عمران اس کی گاڑی سے اُتر کر ٹوسیٹر میں جا بیٹھا۔

فریدہ کی کوٹھی بڑی شاندار تھی۔ کم از کم سولہ عدد کمرے ضرور رہے ہوں گے۔ وسیع و عریض لان عمارت کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا.... اور پھر دور تک کھیتوں کے سلسلے بکھرے نظر آتے تھے۔

عمارت شہر کے باہر بنائی گئی تھی۔ فریدہ نے عمران کو بتایا کہ اس کے باپ تنہائی پسند اور علم دوست آدمی تھے۔ اس نے اُسے ان کی لائبریری بھی دکھائی جو کم از کم دس بارہ ہزار کتب پر مشتمل تھی۔

"آپ اتنی بڑی عمارت میں تنہا رہتی ہیں۔!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں سات آٹھ ملازمین بھی ہیں۔!"

"اپنا کوئی نہیں ہے۔!" عمران نے حماقت آمیز سنجیدگی سے پوچھا جس میں غم کی بھی ہلکی سی لہر موجود تھی۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔ عمران پوری عمارت میں گھومتا پھرا۔

"وہ اس کمرے میں رہتا تھا....!" فریدہ نے ایک جگہ رکتے ہوئے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

عمران بھی رک گیا۔

"اسے تو اندر سے بھی دیکھنا چاہئے۔!" اس نے کہا۔

"ضرور.... ضرور....!" فریدہ بولی۔ لیکن آواز سے مردہ دلی ظاہر ہوتی تھی۔

ہینڈل گھما کر اس نے دروازہ کھولا۔

"خوب....!" عمران کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "آدمی شوقین معلوم ہوتا ہے۔!"

دیواروں پر بڑی بڑی نیم عریاں تصاویر کے فریم تھے۔

"یہ اس کا اپنا شوق تھا....!" فریدہ بولی۔ "خود مجھے یہ گھٹیا پن پسند نہیں۔!"

"اس معاملے میں آپ نے اُسے آدمیت نہیں سکھائی تھی۔!"

"میرا خیال ہے کہ یہ تصاویر آدمیت کے ابتدائی مراحل سے تعلق رکھتی ہیں۔!" وہ مضحکانہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے.... لیکن ایسی تصاویر دیکھ کر میرا دل تو چاہتا ہے کہ سر کے بل کھڑا ہو جاؤں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب تو خود مجھے بھی معلوم نہیں....!"

"خیر ختم کرو.... اب میری بات سنو.... ملازموں کے سامنے تم بالکل کسی دوست ہی کی طرح مجھ سے پیش آؤ گے۔ آپ اور جناب نہیں چلیں گے۔!"

"اچھا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اور تنہائی میں....!"

"جتنی عزت چاہنا کر لینا....!"

"میں سمجھ گیا۔!"

"ایک دوست کی حیثیت سے ان دونوں سے بھی تمہارا تعارف ہوا تھا۔ لہٰذا اب تم دوست ہی رہو گے۔ یہ تو صرف میں جانتی ہوں کہ تم میرے سیکریٹری ہو۔!"

"چلئے تسلیم.... لیکن اسے بھی نوٹ کیجئے.... جب بھی میرا دل چاہتا ہے نوکری چھوڑ کر بھاگ جاتا ہوں۔!"

"فکر نہ کرو.... یہ میرے دیکھنے کی باتیں ہیں کہ میں تمہیں بھاگنے دیتی ہوں یا نہیں۔!"

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا مسہری کے قریب آیا۔

فریدہ دیکھ رہی تھی کہ وہ اس جگہ چپ چاپ کھڑا سامنے والی دیوار کو گھورے جارہا تھا۔

"آپ پوری طرح آدمی نہیں بنا سکتی تھیں اُسے....!" دفعتاً عمران نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔

"کیوں؟ کیوں....؟" وہ اس کی جانب بڑھتی ہوئی بولی۔

"بچوں کی طرح دیواریں گندی کیا کرتا ہے.... وہ دیکھئے....!"

عمران نے مسہری کے سرہانے دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

کئی جگہ پنسل سے کچھ ہندسے گھسیٹے گئے تھے۔

"ہو گا.... آدمی ہی کا ذہن ٹھہرا....!" فریدہ لاپروائی سے بولی۔

عمران کچھ کہے بغیر کمرے کی دوسری چیزوں کا جائزہ لیتا رہا۔

فریدہ اُسے اکتائے ہوئے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر مسہری ہی کیطرف لوٹ گیا۔ جیب سے نوٹ بک نکالی اور اس پر کچھ لکھتا رہا۔

"کیا کر رہے ہو....؟" فریدہ نے پوچھا۔

"یہ ہندسے نوٹ کر رہا ہوں جو دیوار پر لکھے ہوئے ہیں۔!"

"بھلا اس کی کیا ضرورت....!"

"انہیں کے سہارے ایک نقش تیار کرنے کی کوشش کروں گا.... اللہ بڑا کارساز ہے۔ شاید اس کا دماغ پلٹ جائے۔!"

"کیا میں تمہیں دعا تعویز کرانے کے لئے لائی ہوں۔!"

"وہ نقش معظم تیار کردوں کہ محبوب کا مرغا بن جائے۔!"

"فضول باتیں مت کرو.....!"

"پچھلے سال ایک ساس سے بہو کی ناک کٹوادی تھی۔ حالانکہ ماڈرن قسم کے قلندر اس چکر میں نہیں پڑتے۔!"

"اچھا تو جناب آپ کیا کیا ہیں....؟" وہ انگلیوں پر گنتی ہوئی۔ "الیکٹریشن.... اسٹینو ٹائپسٹ.... دعا تعویز کرنے والے.... اور کچھ.... اور جی ہاں.... پچھلی رات جناب نے ایک طرح کی سراغ رسانی بھی فرمائی تھی۔!"

"میں صرف مسٹر ایف رحمان کا نالائق بیٹا علی عمران ہوں.... ویسے جڑی بوٹیوں کے علم میں بھی خاصا دخل رکھتا ہوں۔ کچھ لوگ ماہر نفسیات بھی سمجھتے ہیں۔ پچھلے سال ایک لڑکی کی تحلیل نفسی کرتے وقت مار بھی کھا چکا ہوں۔!"

"ختم کرو.... یہ سب.... سنجیدگی سے میری بات سنو.... میں تیمور کو تمہارے ذریعہ پھر اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتی ہوں۔!"

"وہ کیسے....؟"

"میں اُسے جلاؤں گی کڑھاؤں گی.... میں نے کل اس کی آنکھوں میں جذبہ رقابت کی جھلکیاں دیکھی تھیں جب میں اس سے تمہارا تعارف کرارہی تھی۔ وہ واپس آئے گا۔ ضرور واپس آئے گا۔!"

"جواب نہیں ہے اس نوکری کا....!" عمران سر کھجاتا ہوا بڑبڑایا۔

"جواب ہو یا نہ ہو.... لیکن تمہیں یہ کرنا ہی پڑے گا۔ تیمور کی موجودگی میں تمہارا رویہ میرے ساتھ ایسا ہی ہوگا جیسے جیسے....!"

"جی ہاں.... جیسے.... کیا....؟"

"کیا تم نہیں سمجھتے....؟" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"میں دو اور دو چار کے علاوہ اور کچھ سمجھنے کی صلاحیت سے قطعی محروم ہوں۔!"

"تمہارا رویہ.... ایسا ہونا چاہئے.... جیسے تم مجھے چاہتے ہو.... بدھو....!"

"ارے باپ رے....!" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔

"کیوں....؟ کیوں....؟" جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ اس نے پوچھا۔

"کک.... کچھ نہیں....!" عمران کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"ارے.... تو تم گھبرا کیوں گئے....؟"

"جی کچھ نہیں....!" اب اس پر شرمانے کا دورہ پڑ گیا تھا۔

"ہشت.... بدھو....!" وہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑی خود بھی شرمندگی سی محسوس کر رہی تھی۔ اُسے منہ پھاڑ کر یہ بات نہ کہنی چاہئے تھی۔!

"ارے.... تو.... وہ تو ایکٹنگ ہوگی.... کوئی حقیقت تھوڑا.... ہی ہوگی۔!"

"ذرا یہ تو سوچئے کہ اس نے پچھلی رات آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔!" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ "اسے اچھی طرح یاد رکھئے کہ اگر وہ آپ کی زندگی میں واپس بھی آئے گا تو آپ کا خواہاں بن کر مصلحتاً مصالحت کرے گا۔!"

فریدہ کے ذہن کو جھٹکا سا لگا.... جذبات کی رو میں بہہ جانے کے بعد پچھلی رات والا واقعہ اس کے ذہن سے یکسر محو ہو گیا تھا۔

اچانک فریدہ کی آنکھ کھل گئی۔ ہو سکتا ہے وہ پیاس کی شدت ہی رہی ہو جس کی بناء پر ایسا ہوا تھا۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس پر نظر پڑی۔ رات کے تین بجے تھے۔

خواب گاہ سے بغلی کمرے میں آئی ریفریجریٹر کھول کر پانی کی بوتل نکالی.... اور پھر اُسے گلاس میں انڈیل ہی رہی تھی کہ بوتل ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔

وہ فائر کی آواز تھی۔ پھر پے در پے کئی فائر ہوئے اور سناٹا چھا گیا۔ آواز کی گونج بتاتی تھی کہ فائر کسی کمرے ہی میں ہوئے تھے۔

فریدہ کے پیروں میں کپکپی سی پڑ گئی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔

دفعتاً دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی وزنی چیز زمین پر گری ہو۔

آواز راہداری سے آئی تھی۔ وہ جی کڑا کر کے پھر خواب گاہ میں آئی۔ تکئے کے نیچے سے

اعشاریہ دو پانچ کا براؤنی پستول نکالا اور دروازے کی طرف بڑھی۔

راہداری کے ایک بلب کا سوئچ خواب گاہ ہی میں تھا۔ دروازہ کھولنے سے قبل اس نے وہ بلب روشن کر دیا۔

"باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔!" اس نے عمران کو اونچی آواز میں کہتے سنا اور ہینڈل کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک دم سادھے کھڑی رہی پھر غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ دوبارہ دروازے کے ہینڈل کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمران کہتا سنائی دیا۔"اب آپ باہر آسکتی ہیں....!"اس نے طویل سانس لے کر دروازہ کھولا۔

عمران راہداری میں کھڑا نظر آیا اس کے قریب ہی کوئی فرش پر اوندھا پڑا تھا۔ عمران کی حالت سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ اسی سے لڑتا رہا ہو۔ لباس بے ترتیب تھا اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا تھا۔!" فریدہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"چور پکڑا ہے۔!" عمران نے اوندھے پڑے ہوئے آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کون ہے....؟"

"پتہ نہیں؟ چہرے پر نقاب ہے۔ میں نے کہا نقاب کشائی آپ ہی کریں تو بہتر ہے۔!"

"مم.... میں کیوں.... بتاتے کیوں نہیں کون ہے....؟"

"ارے محترمہ.... ابھی پندرہ دن ہی تو ہوئے ہیں یہاں آئے ہوئے اتنی جلدی جان پہچان ہو سکتی ہے لوگوں سے۔!"

"اسے سیدھا کرو....!"

عمران جھک کر اُسے سیدھا کر ہی رہا تھا کہ فریدہ کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی اور اس کی چیخ نکل گئی۔ اس آدمی نے اچانک عمران پر چاقو سے حملہ کیا تھا۔

اور اب اس نے دیکھا کہ چاقو والا ہاتھ عمران کی گرفت میں ہے۔ حملہ آور فرش سے اٹھ نہیں سکا تھا۔ عمران غافل ہوتا تو شاید وہ حملہ کامیاب ثابت ہوتا۔

عمران نے داہنا گھٹنا حملہ آور کے سینے پر ٹیک دیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چاقو اس کے ہاتھ سے

اچھل کر دور جا پڑا۔

غراہٹ نما کراہ سی حملہ آور کے حلق سے نکلی اور فریدہ مضطربانہ انداز میں چیخنے لگی۔ ”چھوڑ دو.... عمران جانے دو.... جانے دو.... خدا کے لئے۔!“

شائد عمران اس کی آواز کی طرف متوجہ ہو جانے کی بناء پر حملہ آور کی لات سے محفوظ نہ رہ سکا تھا۔ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا اور حملہ آور نے اٹھ بیٹھنے میں پھرتی دکھائی۔

لیکن وہ اس پر دوبارہ حملہ کر بیٹھنے کے بجائے صدر دروازے کی طرف دوڑ پڑا تھا۔

عمران نے بھی آگے بڑھنا چاہا لیکن فریدہ راہ میں حائل ہو گئی۔

”میں کہتی ہوں جانے دو....!“ وہ گھگھیائی۔

”چیونگم کا آخری پیکٹ چھین کر بھاگا جا رہا ہے اور آپ کہتی ہیں کہ جانے دو لعنت ہے ایسی نوکری پر۔!“

میری بات سنو.... میں خون خرابہ پسند نہیں کرتی۔!“ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ ”ورنہ دیکھو میرے ہاتھ میں بھی پستول ہے۔!“

”خداوندا.... مجھے اس منحوس مرض سے محفوظ رکھیو....! لیکن محترمہ.... اگر وہ چاقو میرے سینے میں پیوست ہو جاتا تو۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا.... میں کیا کروں.... جاؤ دروازہ بند کر دو....!“

”کھلا ہی رہنے دیجئے.... کیا فرق پڑتا ہے۔!“

”اوہ.... تو تم نے بھی اسے پہچان لیا....!“

”اسی لئے درخواست کی تھی نقاب کشائی کی۔!“ عمران نے کہا اور راہداری کے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فریدہ نے دروازہ بولٹ کرنے کی آواز سنی اور اطمینان کا سانس لیا۔

وہ غراہٹ نما کراہ سو فیصدی تیمور ہی کی تھی۔ لاکھوں آوازوں میں بھی وہ اُسے پہچان لیتی۔

خداوندا.... وہ آخر کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح نقاب لگا کر اتنی رات گئے چوروں کی طرح کیوں آیا تھا۔ کیا اس نے عمران کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ میرے خدا.... اگر یہ جذبہ رقابت ہے تو پھر میرے پاس کیوں نہیں آجاتا.... کیوں نہیں آجاتا میرے مالک.... اب میں

کیا کروں۔!

دفعتاً وہ سوچتے سوچتے چونک پڑی۔ عمران اس کے قریب ہی بت بنا کھڑا تھا۔ فریدہ نے اس سے نظریں ملائیں اور سر جھکا لیا۔

تھوڑی دیر تک قبرستان کا سا سکوت طاری رہا۔ پھر عمران آہستہ سے بولا۔

"جاتے جاتے چپکے سے میرے کان میں کہتا گیا تھا کہ صبح تک راہداری ہی میں کھڑے رہنا تم دونوں۔!"

"اوہ.... ہاں....!" فریدہ خواب گاہ کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔ "آؤ.... اب نیند تو کیا آئے گی.... پتہ نہیں وہ کیوں آیا تھا.... اس طرح۔!"

اس نے حتیٰ الامکان اپنے لہجے میں لاپرواہی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔

جیسے عمران پر جتانا چاہتی ہو کہ اسے اس کے متعلق ذرہ برابر بھی تشویش نہیں۔

خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا.... اور خود مسہری پر جا بیٹھی۔

"تو.... وہ تیمور ہی تھا۔!" عمران نے پوچھا۔

"تم نہیں پہچان سکے تھے....؟"

عمران نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"لیکن ابھی کچھ ہی دیر پہلے تم اسی بناء پر مجھ سے اس کی نقاب کشائی کرانا چاہتے تھے۔!"

"وہ کیوں آیا تھا....؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دینے کے لئے آیا تھا....!"

"بھلا مجھ سے اس کی کیا رشتہ داری....؟"

"پچھلے پندرہ دنوں سے ہم جو ڈرامہ کھیلتے رہے ہیں۔ یہ اسی کا ردعمل تھا۔!"

"اس غلط فہمی میں نہ رہئے گا.... وہ اپنے رہائشی کمرے کا فرش کھود رہا تھا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آیئے.... میرے ساتھ.... میں نے اسے للکارا تھا.... اور اس نے مجھ پر فائروں کی بوچھاڑ کر دی۔ پورے چھ فائر۔!"

"تم کہاں تھے....؟"

"اسی کمرے میں۔۔۔۔!"

"اس کے آنے کے قبل ہی سے۔۔۔۔؟"

"نن۔۔ نہیں۔۔دراصل وہ کمرے میں داخل ہونے کے بعد دروازہ بولٹ کرنا بھول گیا تھا۔!"

"تم جاگے کیسے تھے۔۔۔۔؟" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"سوتا کون مردود ہے۔۔۔۔؟ اس نوکری نے تو مجھے اُلو بنا کر رکھ دیا ہے۔ دن بھر ڈرامے کا ریہرسل کرو اور رات کو اُلو بن جاؤ۔۔۔۔؟"

"اوہ۔۔۔۔ تو تم سوتے نہیں ہو۔۔۔۔ رات کو۔۔۔۔!"

"قطعی نہیں۔۔۔۔!"

"اور دن میں بھی میں نے تمہیں سوتے نہیں دیکھا۔ نہیں میں یقین نہیں کر سکتی کہ تم متواتر پندرہ دنوں سے جاگ رہے ہو۔!"

"روزانہ تین گھنٹے کی چھٹی عبادت کے لئے دیتی ہیں آپ۔۔۔۔!"

"تو تم عبادت کرنے کی بجائے سو جاتے ہو۔!"

"سونا ہی تو عبادت ہے میری۔۔۔اتنی دیر گناہوں سے بچا رہتا ہوں۔ کیا یہ عبادت نہیں ہے۔!"

"عجیب آدمی ہو تم۔۔۔۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی اور عمران دوسری طرف منہ پھیر کر امریکی انداز میں گنگنانے لگا۔ "لل۔۔۔۔ لا۔۔۔۔ للله۔۔۔۔ للله۔۔۔۔!"

"چلو۔۔۔۔ تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو۔۔۔۔؟" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "اس کے پاس صدر دروازے کی ایک کنجی تھی۔ میں نے اخلاقاً واپس نہیں لی تھی۔ لیکن وہ کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا۔!"

عمران اسے کمرے میں لایا۔

ایک کمرے میں دو دیواروں کے جوڑ کے قریب فرش کا پلاسٹر اُدھڑا ہوا نظر آیا۔۔۔۔ کئی جگہ دیواروں کا پلاسٹر بھی اُدھڑ گیا تھا۔

"یہ کیا ہوا ہے۔۔۔۔؟" فریدہ نے دیواروں پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے ریوالور کی گولیوں کے نشانات ہیں۔!"

"تم کیسے بچ گئے۔۔۔۔؟ اس کا نشانہ تو بڑا اچھا ہے۔۔۔۔ مجھے تو اس پر بھی حیرت ہے کہ تم نے اُسے زیر کیسے کر لیا تھا۔!"

"جوڈو....!"

"یہ ایک اور صفت بھی معلوم ہوئی۔ پہلوانی بھی کر لیتے ہو۔!"

"ایک صفت اور بھی نوٹ کر لیجئے۔ ترکاریوں کی کاشت کا ماہر ہوں۔ کل آپ کی طرف سے آپ کے مالیوں کو حکم دے چکا ہوں کہ پورے لان پر ہل چلوا دیں صبح چھ بجے تک ٹریکٹر یہاں پہنچ جائے گا۔!"

"یہ کیا کیا تم نے....؟"

"بے کار زمین پر ترکاریاں اگانا قوم کی سب سے بڑی خدمت ہے۔!"

"نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ واہ اتنا عمدہ لان تباہ کر کے رکھ دیں۔ جانتے ہو پورے شکوہ آباد میں اتنا بڑا لان کسی بھی عمارت میں نہیں ملے گا۔ ہزاروں روپے ماہوار خرچ ہوتے ہیں اس پر۔!"

"آپ اب تک خرچ کرتی آئی ہیں۔ میں نے اب آمدنی کی صورت پیدا کرلی ہے۔ ٹنڈے اور بھنڈی.... واہ سبحان اللہ.... میرا بس چلے تو اپنا سر منڈوا کر مٹی کی تہہ جماؤں.... اور کریلے کے بیج ڈال دوں.... الاماشااللہ....!"

"ایسا ضرور کرو....!" فریدہ جل کر بولی۔ "لیکن میں اپنا لان برباد نہیں کراؤں گی۔!"

"یہ بھی ڈرامے ہی کے ریہرسل کا ایک حصہ ہے۔!"

"کچھ بھی ہو.... یہ ناممکن ہے۔!"

"محترمہ....!" عمران نے طویل سانس لی۔ "آپ کو اس کی فکر نہیں ہے کہ وہ کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا اور میں اس کے قادر انداز ہونے کے باوجود بھی زندہ کیسے بچ گیا۔ آپ لان میں الجھ کر رہ گئی ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔!"

"اوہ.... ہاں.... تم باتیں ہی ایسی چھیڑ دیتے ہو کہ ذہن ادھر اُدھر ہو جاتا ہے۔!"

"نہیں آپ کو اس کی ذرہ برابر بھی تشویش نہیں ہے کہ وہ فرش کیوں کھود رہا تھا۔!"

"ہوسکتا ہے اس نے اپنی بچائی ہوئی رقم وہاں دفن کی ہو۔ آدمی کتنا ہی بدل جائے لیکن نسلی خصائل کبھی نہیں بدلا کرتے۔ اس کے باپ دادا بنیوں کی سی زندگی بسر کرتے رہے تھے۔!"

"لیکن وہ یہاں سے کچھ لے جا نہیں سکا....!"

"تب پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ کیا کھود نکالنے کی فکر میں تھا۔!"

"آپ جا کر آرام کیجئے.... میں خود ہی دیکھ لوں گا۔!"

"اور اگر وہ کوئی بڑی رقم ہوئی تو....!" فریدہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ پھر یک بیک اس کی آنکھیں بے حد مغموم نظر آنے لگیں۔ عمران نے اس تبدیلی پر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "اب مجھے اس کی طرف سے بالکل مایوس ہو جانا چاہئے۔ میں سمجھی شاید تمہیں قتل کرنے آیا تھا۔!"

"ارے واہ.... آپ میرے پیچھے کیوں پڑگئی ہیں.... مجھے قتل کر دیتا تو آپ کو مایوسی نہ ہوتی.... ایسی نوکری نہ آج تک دیکھی نہ سنی.... یا مولا مشکل کشا مدد....!"

"تم نہیں سمجھتے.... نہیں سمجھ سکتے.... اس معاملے میں بالکل بدھو ہو....!" وہ ہاتھ ملتی ہوئی بولی۔

"کس معاملے میں....؟"

"جب ایک بات جانتے ہی نہیں تو تمہیں کیا بتاؤں....!"

"جو نہیں جانتا اُسے جاننے کی کوشش کرنا میری ہابی ہے۔!"

"تمہاری ہابیوں سے میں تنگ آتی جارہی ہوں۔!"

"اس عمارت کی چھت پر بھی مٹی ڈلوا کر.... کرم کلّے کی کاشت کراؤں گا۔ اچھا بوجھئے تو یہ کیا ہے۔!"

عمران نے ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رسید کر کے دوسرا گال پر رسید کیا۔

"کیا مطلب....؟"

"نہیں بوجھئے.... ذہن پر زور دیجئے۔!"

"خواہ.... مخواہ....!"

"اتنی معمولی سی پہیلی نہیں بوجھ سکتیں....!"

"یہ پہیلی ہے کوئی....!" وہ ہنس کر بولی۔ "ایک ہاتھ پیشانی پر مارا اور دوسرا گال پر۔!"

"سمبولک پوئٹری کی طرح....!"

"خدا کی پناہ.... تو لٹریچر میں بھی دخل ہے جناب کو....!"

"میلارمے ہی کو تو پڑھ پڑھ کر اس حال کو پہنچا ہوں۔ اردو میں میراجی سے سرے جوئیبارے ملاقات ہوئی تھی۔!"

"میراجی آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"عورتوں کی سمجھ میں نہ آئے تو بہتر ہے.... ورنہ پھکنیاں اور دست پناہ سنبھال کر دوڑ پڑیں گی اس کی قبر کی طرف....!"

"ہم یہاں کب تک کھڑے رہیں گے۔!"

"پہلے ہی گذارش کی تھی کہ جاکر آرام فرمایئے.... میں تو اُلو بن ہی چکا ہوں۔!"

"عمران.... تم بہت اچھے ہو....!" فریدہ نے یک بیک بے حد جذباتی انداز میں کہا۔ "کم از کم تیمور تو تمہارے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے۔!"

"مولا مشکل کشا....!" عمران آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔

پورا ایک ماہ گزر گیا۔ ڈرامے کا ریہرسل خطرناک صورت اختیار کرتا جارہا تھا۔ فریدہ کی خواہش تھی کہ عمران ہر وقت اس کے آس پاس ہی موجود رہے۔ تیمور کا خیالِ اب اس کے ذہن پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑتا تھا۔ اس رات کے واقعہ کے بعد اب تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

عمران کی صلاحیتوں پر وہ عش عش کرتی۔ اکثر سوچتی آخر یہ آدمی ہے یا جن۔ پچھلے دنوں اس نے اپنی ملنے والی چند خواتین کو مدعو کیا تھا۔ ان میں ایک صاحبہ کلاسیکی رقص کی معلمہ تھیں۔ ان سے فرمائش کی گئی کہ وہ اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ وہ تیار بھی ہو گئیں.... لیکن دشواری یہ آپڑی ان میں سے کسی کو بھی طبلہ بجانا نہیں آتا تھا۔ قریب تھا کہ یہ پروگرام کینسل ہو جاتا۔ عمران صاحب نے فرمایا اگر آپ لوگ مجھے طبلچی کے بجائے طبلہ نواز سمجھنے کا وعدہ کریں تو میں اس سلسلے میں مدد کر سکتا ہوں۔!

اور اس کے بعد انہوں نے کچھ ایسی لاف و گزاف فرمائی کہ رقاص خاتون کو تاؤ آگیا اور انہوں نے کہا کہ وہ تو کتھک ناچیں گی۔!

عمران نے لاپروائی سے شانے جھٹکائے تھے اور طبلے کی جوڑی سنبھال کر بیٹھ گیا تھا... اور پھر بول اور تال ساتھ ہی چلتے رہے تھے۔

"باکمال سیکریٹری ہاتھ آیا ہے۔!" انہیں یک زبان ہو کر کہنا پڑا تھا۔

وہ اکثر سوچتی یہ چھ ماہ بعد جانے کی دھمکی دیتا رہتا ہے۔ چلا گیا تو کیا ہو گا۔ کیسی ویران ویران سی زندگی ہو گی۔ کیسی گھٹن سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وقت بھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ عمران کمرے میں داخل ہوا۔

"میں ذرا شہر تک جانا چاہتا ہوں۔!" اس نے کہا۔

"اوہ... تو تم بھی جا رہے ہو... کیوں نہ ساتھ ہی چلیں... میں سوچ ہی رہی تھی مجھے بھی کچھ شاپنگ کرنی ہے۔!"

"میں دراصل دو تین گھنٹے کی چھٹی چاہتا ہوں۔!"

"یعنی میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے۔!"

عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ان دو تین گھنٹوں میں کیا کرو گے جو میری موجودگی میں ناممکن ہو گا۔!"

"یہ تو صرف میں اپنے سیکریٹری ہی کو بتا سکوں گا۔!"

"میں اپنے سیکریٹری سے پوچھ رہی ہوں۔!"

"مالک کے رازوں کا امین بننا سیکریٹری کے فرائض میں داخل ہے۔ لیکن سیکریٹری کی راز جوئی کسی طرح بھی مالک کا حق نہیں۔!"

"آخر اب تم اتنی عقل مندی کی باتیں کیوں کرنے لگے ہو۔!"

"شامت...!"

"کیا مطلب...!"

"شامت کا مطلب شامت ہی ہوتا ہے۔!"

"سیکریٹری...!" فریدہ نے وارننگ کے سے لہجے میں کہا۔

"لیس مادام...!"

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔!"

"او کے.... مادام....!" عمران کے لہجے میں بے بسی تھی۔

فریدہ ہنس پڑی اور عمران کا شانہ تھپکتی ہوئی بولی۔ "تمہاری عدم موجودگی میں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی کسی جانب سے ایک گولی آئیگی اور میرے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹنے لگے گا۔!"

"میں آپ کے لئے مغموم ہوں مادام....!"

"یہ مادام.... مادام کی رٹ کیوں لگا رکھی ہے۔!"

"دوستانہ رویے کا مظاہرہ تو صرف دوسروں کی موجودگی میں کیا جانا طے پایا تھا۔!"

"تم سچ مچ بدھو ہو....!" وہ جھنجھلا گئی۔

"مجھے اس کا اعتراف ہے.... اگر بدھو نہ ہوتا تو کبھی کا اس نوکری سے محروم ہو چکا ہوتا۔!"

"اچھا بس ختم.... میں چل رہی ہوں تمہارے ساتھ....!"

پھر وہ ایک ہی گاڑی میں شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ فریدہ ڈرائیو کر رہی تھی اور عمران اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

"آج تمہارا موڈ کچھ خراب نظر آرہا ہے۔!" فریدہ نے اس سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مادام....!"

"ایک بات بتاؤ گے....!"

"پوچھئے....!"

"تمہارے ذہن میں میرا کیا مقام ہے....؟"

"وہی جو ایک سیکریٹری کے ذہن میں اپنے مالک کا ہونا چاہئے۔!"

"اور جو ہم ایک ڈرامے کی ریہرسل کرتے رہے ہیں۔!"

"جی ہاں.... وہ ڈرامے کی ریہرسل ہے۔!"

"میں سمجھتی تھی شاید تم اسے حقیقت سمجھنے لگے ہو۔!"

"بے وقوف ضرور ہوں.... لیکن اتنا بھی نہیں۔!"

"اچھا فرض کرو.... اگر تم اسے حقیقت ہی سمجھنے لگو تو کیا ہو....!"

"میرا مقام.... پاگل خانہ ہو گا۔!"

"نہیں.... ایسی بات نہ کہو....!" فریدہ کے لہجے میں درد تھا۔

پھر عمران کچھ نہ بولا۔ فریدہ بھی خاموشی سے اسٹیئرنگ کرتی رہی وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اس قسم کی گفتگو نہ کرنی چاہئے۔ اچھا میاں عمران....! اگر میرے تلوے نہ چاٹو تو بات ہے۔

پھر اسے حالات کی ستم ظریفی پر ہنسی آنے لگی۔ اس نے سوچا تھا کہ عمران کو مہرہ بنا کر تیمور کو پھر اپنی زندگی میں واپس لائے گی۔ لیکن وہ رفتہ رفتہ تیمور سے متنفر ہوتی گئی اور عمران اس کی جگہ لیتا گیا۔ لیکن خود عمران بالکل ٹھس نظر آرہا تھا۔ وہ حسب ہدایت سب کے سامنے اس سے برابری کا برتاؤ کرتا اور تنہائی میں ایک نیاز مند قسم کا سیکریٹری نظر آنے لگتا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کس طرح ڈھب پر لائے۔!

"تم نے مجھے آج تک نہ بتایا کہ تیمور کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا۔!" اس نے کچھ دیر بعد عمران سے پوچھا۔

"میں سمجھ ہی نہ سکا اس چکر کو.... تین فٹ کی گہرائی تک کھدائی کر ڈالی لیکن کچھ بھی ہاتھ نہ لگا۔ میرا خیال ہے کہ پلاسٹر کے نیچے ہی کوئی چیز تھی جسے وہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ میں سمجھا شائد اسے نہیں ملی.... اللہ رحم کرے میری عقل پر....!"

"پھر بھی مجھے بہت محتاط رہنا چاہئے۔!" فریدہ بولی۔ "میرے لئے وہ ایک مستقل خطرہ بن گیا ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ فریدہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر عمران کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"تم کیا سوچ رہے ہو....؟"

"یہ نہ پوچھا کیجئے....!"

"کیوں....؟"

"پتہ نہیں کیسی کیسی باتیں سوچا کرتا ہوں.... انہیں زبان پر تو لا سکتا نہیں۔!"

"اچھا....؟" فریدہ چہکی.... "بھلا میں بھی سنوں....!"

"زبان پر لا ہی نہیں سکتا۔!"

"آخر کیوں....؟ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں وہ کیسی ہی باتیں کیوں نہ ہوں.... میں انہیں سنوں گی.... سنجیدگی سے سنوں گی.... خواہ وہ باتیں میرے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔!"

عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مجھے وہ بکری کا بچہ یاد آرہا ہے جو ایک بار میری گاڑی کی

لپیٹ میں آکر مر گیا تھا۔!"

"ہوں.....!" وہ یک بیک کھول گئی۔!

"کتنا دردناک منظر تھا.... بالکل اسی طرح مر گیا تھا جیسے آپ ناخنوں پر جوں مارتی ہیں۔!"

"بکواس مت کرو..... تم نے مجھے کب جوں مارتے دیکھا ہے۔!" وہ چنچنائی۔

"تو پھر وہ کوئی اور خاتون رہی ہو گی۔ میری یاد داشت بالکل واہیات ہو کر رہ گئی ہے۔!"

"کیا تم کسی وقت بھی کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے۔ دیکھو... یہ شام کتنی خوشگوار ہے۔!"

"ہر شام خوش گوار ہوتی ہے۔ مجھے اپنی کوئی ایسی شام یاد نہیں جو ناخوش گوار رہی ہو۔ لیکن ٹھہریئے.... شاید میں غلط کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے وہ شامیں بڑی ناخوش گوار ہوتی ہیں جب میرا جی چاہتا ہے کہ سوندھے سوندھے بھنے ہوئے چنے چباؤں لیکن ڈیرا کسی ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں ان کی دستیابی ناممکن ہوتی ہے۔!"

"بہتر ہے خاموش رہو.....!" فریدہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

عمران نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔

عقب سے کسی تیز رفتار گاڑی نے آگے نکل جانے کے لئے ہارن دیا۔ فریدہ نے راستہ دیتے ہوئے رفتار کم کر دی۔ ایک بڑی سی اسٹیشن ویگن برابر سے نکل کر آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

لیکن کچھ دور جا کر اس طرح اچانک رک گئی کہ کچے پر اترے بغیر فریدہ اپنی گاڑی آگے بڑھا ہی نہ سکتی۔

"کاش میں ڈرائیو کر رہا ہوتا۔!" عمران بڑبڑایا۔

فریدہ نے ہارن دیا.... اگلی گاڑی کی ڈرائیور والی سیٹ سے ایک ہاتھ نے اشارہ کیا کہ وہ گاڑی نکال لے جائے۔

"ایڈیٹ.....!" وہ دانت پیس کر بڑبڑائی اور گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

ساتھ ہی اس نے محسوس کیا کہ عمران کا ہاتھ اس کی بغلی ہولسٹر کی طرف گیا ہے۔

"پورے بریک لگایئے۔!" زیر لب بڑبڑایا اور فریدہ کی گاڑی دوسری گاڑی سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر رک گئی۔

اسٹیشن ویگن کی ڈرائیور والی سیٹ سے ایک مفلوک الحال سا آدمی اتر رہا تھا۔ قریب آکر اس

نے لجاجت سے کہا۔ "ایکسیلریٹر وائر کی گھنڈی نکل گئی ہے۔!"

"ارے تو دھکا لگا کر گاڑی سڑک کے نیچے اتار لے جاؤ۔" عمران نے کہا۔

"میں یہی کرتا جناب.... لیکن میرے شانے درد سے پھٹے جا رہے ہیں۔!"

"تنہا ہو....!"

"جی ہاں.... جناب....!"

"اچھی بات ہے....!" عمران گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اترتا ہوا بولا۔ "میں تمہاری مدد کروں گا۔!"

فریدہ خاموش بیٹھی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی یہ شخص شاید ہی اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چل سکے۔ اتنے دنوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کرتی رہی تھی لیکن ابھی تک تو سمجھ میں آیا نہیں تھا۔ اس کی جگہ اور کوئی ہوتا تو....؟ پتہ نہیں کس دماغ کا آدمی ہے.... ابھی کچھ، ابھی کچھ اور .... پل پل رنگ بدلتا رہتا ہے۔!

عمران اسٹیشن ویگن کے قریب پہنچ چکا تھا۔ مفلوک الحال آدمی ڈرائیور کی سیٹ کی طرف چلا گیا۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ بند تھا.... اس میں شیشے نہیں تھے۔

دفعتاً فریدہ کی نظر گاڑی کے اگلے دروازے کی طرف اٹھ گئی جس سے ایک آدمی چوروں کے سے انداز میں برآمد ہوا تھا۔ اس کے بعد ہی دوسرا نکلا .... پھر تیسرا.... وہ اس مفلوک الحال آدمی کی زبانی سن چکی تھی وہ تنہا ہے.... آخر اس غلط بیانی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے!

اچانک وہ چیخ اٹھی۔ "عمران.... ہوشیار....!"

بیک وقت چار آدمی عمران پر ٹوٹ پڑے تھے۔ فریدہ کی دانست میں اسے شاید ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے کا بھی موقع نہ مل سکا ہو۔ وہ بے حس و حرکت اپنی سیٹ پر بیٹھی رہی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ حملہ آوروں میں سے ایک دیکھتے ہی دیکھتے اچھل کر سڑک کے نیچے جا گرا اور ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔

ان حملہ آوروں میں وہ مفلوک الحال آدمی بھی شامل تھا جس نے ایکسیلریٹر کی خرابی کی کہانی سنائی تھی۔ ایک کا حشر دیکھ کر بقیہ تین آدمیوں پر جیسے خون سوار ہو گیا تھا۔

لڑتے ہوئے وہ سڑک سے نیچے اتر گئے تھے۔ ورنہ فریدہ ان پر اپنی گاڑی چڑھا دینے کی کوشش

کرتی۔ وہ سڑک کے نیچے اُتر آئی سامنے پتھر کے ٹکڑوں کا ڈھیر نظر آیا.... بس پھر کیا تھا۔ بالکل مجنونوں کے سے انداز میں ان پر پتھراؤ کرنے لگی۔

"مادام.... مادام....!" دفعتاً اس نے عمران کی آواز سنی۔ "براہِ کرم گاڑی میں بیٹھئے.... پتھر پہچان پہچان کر نہیں لگتے۔!" فریدہ کو جیسے ہوش آ گیا۔

واقعی یہ حماقت ہی تو تھی.... اگر کوئی عمران کی کھوپڑی پر جا بیٹھتا تو ڈراپ سین ہی ہو جاتا۔

اب اس کے مقابلے پر دو ہی رہ گئے تھے۔ تیسرا بھی ایک جگہ اوندھے منہ پڑا نظر آیا۔

ان دونوں کے حملے پہلے سے بھی شدید ہو گئے تھے۔ اچانک ایک کی کنپٹی پر عمران کا بھرپور ہاتھ پڑا اور وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔ اب صرف وہ مفلوک الحال آدمی باقی رہ گیا جس نے ان سے گفتگو کی تھی۔

فریدہ نے دیکھا کہ وہ اسٹیشن ویگن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ہے۔ عمران نے جھپٹ کر ٹانگ ماری اور وہ اچھل کر منہ کے بل سڑک پر جا پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے بھی اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔ شروع سے اب تک کی کارروائیوں میں دو منٹ سے زیادہ صرف نہ ہوئے ہوں گے۔!

فریدہ تیزی سے ان کے قریب پہنچی تو تھی لیکن کچھ بول نہ سکی۔ کہتی بھی کیا اس کا ذہن تو اس بُری طرح منتشر ہوا تھا کہ آنکھوں کے سامنے دھند سی چھا گئی تھی اور یہ سب کچھ کسی ڈراؤنے خواب کی طرح احساسات کو چھوتا ہوا گزرتا چلا جا رہا تھا۔

عمران نے اپنے شکار کو گریبان سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ "صرف ایک شرط پر میں تمہیں بخش سکتا ہوں۔!"

"کک.... کیا....؟" وہ ہکلایا۔

"ان تینوں کو اٹھوانے میں میری مدد کرو....!"

"کک.... کروں گا....!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"یہ.... یہ.... تو پوچھو کہ یہ لوگ ہیں کون....؟" فریدہ بول پڑی۔

"کوئی بھی ہوں.... مجھے کیا.... میں تو ان تینوں کی مومیائی نکالوں گا۔!"

مفلوک الحال نے ان تینوں بے ہوش آدمیوں کی ٹانگا ٹولی کرا کے انہیں اسٹیشن ویگن کے پچھلے

حصے میں بار کرایااور پھراس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑارہا جیسے عمران کے دوسرے حکم کا منتظر ہو۔
"دیکھو....!" عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت آمیز لہجے میں بولا۔
"میری یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا....!" اور ان الفاظ کے اختتام پر اس کا ہاتھ شانے سے اٹھ کر اس زور سے کنپٹی پر پڑا کہ سر گاڑی سے جا ٹکرایااور پھر چند لمحوں کے بعد وہ بھی اپنے ساتھیوں کے برابر لیٹا نظر آیا۔
"اب.... کک.... کیا کرو گے۔!" فریدہ ہانپتی ہوئی ہکلائی۔
"اب آپ اپنی گاڑی میں چلیں گی.... اور میں اسٹیشن ویگن کو لے جاؤں گا۔!"
"کک.... کہاں.... لے جاؤ گے۔!"
"آپ رونیک میں میرا انتظار کریں گی۔ شہر پہنچ کر سیدھی رونیک ہی جایئے گا.. اور ڈائننگ ہال میں بیٹھئے گا۔ کسی علیحدہ کیبن میں نہیں.... ورنہ ذمہ داری مجھ پر نہ ہو گی۔!"
"کس بات کی ذمہ داری....؟"
"وقت نہیں ہے جلدی کیجئے.... اگر کوئی ادھر آنکلا تو کھیل بگڑ جائے گا۔!" عمران اسٹیشن ویگن کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔
فریدہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عمران کیا کرنا چاہتا ہے اور جو کچھ کر رہا ہے کرنا بھی چاہئے یا نہیں۔
وہ تو اس وقت اُس جگہ سے ہٹی تھی جب اسٹیشن ویگن اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تھی۔
کس وبال میں پڑ گئی۔ اس نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچا۔ پتہ نہیں یہ لوگ کون تھے۔ ضروری نہیں تھا کہ تیمور ہی کے آدمی ہوتے۔ عمران ابھی تک اس کے لئے اجنبی تھا۔ وہ کچھ بھی تو نہیں جانتی تھی اس کے بارے میں۔ کون جانے وہ ایسے ہی لوگ رہے ہوں جن سے پہلے کبھی عمران کا جھگڑا ہوا ہو تو کیا اب وہ ان بے ہوش آدمیوں کو پولیس کے حوالے کر دے گا۔ لیکن اس کے لڑنے کا انداز خدا کی پناہ.... بالکل ایسا لگتا تھا جیسے وہ محض تفریحی قسم کی چھیڑ چھاڑ رہی ہو۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایسے آدمیوں میں گھر گیا ہو جو اُسے کسی قسم کا نقصان پہنچانا چاہتے ہوں۔
یہ عجیب و غریب آدمی بس اتفاقاً ہاتھ لگ گیا تھا اور اب اسے کسی قیمت پر بھی چھوڑنا نہیں

چاہتی تھی۔ حد ہو گئی کہ وہ اس کے ماضی کے متعلق بھی کچھ معلوم کرنے کی خواہش نہیں رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں سوچتی تھی کہ اب اسے اس کی زندگی سے نکل جانے کا موقع نہ ملنے پائے۔

دونوں گاڑیاں تیزی سے راستہ طے کرتی رہیں۔ فریدہ کو اس نے ہوٹل رونیک جانے کا مشورہ دیا تھا۔ لہٰذا شہر کے قریب ان کی راہیں الگ ہو گئیں۔

پھر رونیک پہنچ کر وقت گزاری کے لئے اس نے چائے منگوائی تھی اور پیالی بھر کر اسے ٹھنڈی کرتی رہی تھی۔ اخبار کھول لیا تھا.... اور جب چائے بالکل ہی ٹھنڈی ہو گئی تھی تو اس نے ویٹر کو بلا کر دوسری چائے لانے کو کہا تھا۔

تھک گئی انتظار کرتے ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا۔ پھر وہ جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گئی۔ لاأبالی آدمی ہے۔ پتہ نہیں کہاں رہ گیا۔ اس قسم کے واقعات کے بعد وہ رات کو تنہا واپس جانے کی ہمت نہ کر سکتی کیونکہ وہ سڑک عموماً سنسان ہی پڑی رہا کرتی تھی۔ پھر اس نے سوچا کہیں وہ کسی دوسری مشکل میں نہ پڑ گیا ہو۔

سات بج گئے.... وہ اکیلی بیٹھی بور ہوتی رہی۔ اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ وہ ڈائننگ ہال سے اٹھ کر اور کہیں نہ جائے۔ بڑھتی ہوئی اکتاہٹ نے بالآخر اسے اٹھا ہی دیا.... اور وہ کاؤنٹر کی طرف آئی.... اور فون پر گھر کے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔

دوسری طرف سے خانساماں نے کال کا جواب دیا تھا۔

"عمران صاحب کہاں ہیں....؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی کچھ دیر ہوئی ان کا فون آیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا اگر آپ ان کے بارے میں پوچھیں تو آپ سے کہہ دیا جائے جہاں ہیں وہیں انتظار کریں۔!"

"وہ خود تو نہیں آئے تھے۔!" فریدہ نے پوچھا۔

"جی نہیں....!"

"اچھا....!" اُس نے سلسلہ منقطع کر کے طویل سانس لی۔

تو وہ جانتا تھا کہ میں گھر فون ضرور کروں گی۔ اس نے سوچا کتنا جاگتا ہوا ذہن رکھتا ہے۔ کس قسم کا آدمی ہے۔ ابھی تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جس کی بناء پر وہ اس کی نیت پر شبہ

کر سکتی۔ وہ پھر اپنی میز کے قریب آ بیٹھی۔ یہاں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دیر سے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کی وجہ سے وہ بے چارے تشویش میں پڑ گئے ہیں۔

پھر ٹھیک ساڑھے سات بجے عمران کی شکل دکھائی دی تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی اس شہر میں وارد ہوا ہو۔ اس کے پیچھے ایک پورٹر بڑا سا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے چل رہا تھا۔ کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر اُس نے اسکی طرف دیکھا تھا اور لپک کر اسکی طرف دوڑا چلا آیا تھا۔

"کیا قصہ ہے۔!" وہ اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھتی ہوئی آہستہ سے بولی۔ "گھر سے چلے تھے تو یہ لباس تو نہیں تھا۔!"

"ہم دونوں آج رات یہیں ٹھہریں گے۔!" عمران بولا۔ "ڈبل بیڈ والا روم لے رہا ہوں.... مسٹر اور مسز جعفری۔!"

"مبارک ہو....!" وہ مسکرائی۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں منتقل ہو گئے تھے۔

"اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" فریدہ نے پوچھا۔

"تھی.... ضرورت.... اب آپ گھر فون کر دیجئے کہ رات کو شہر ہی میں رہیں گی۔!"

"میں فون کر دوں گی۔ لیکن تم وجہ بھی تو بتاؤ....!"

"دشمن کا آخری حربہ خطرناک ہوگا۔!"

"کون دشمن؟ کس کی بات کر رہے ہو.... وہ لوگ کون تھے۔!"

"معلوم کیا جائے گا کہ وہ کون ہیں.... لیکن وہ صرف مجھے کھینچ لے جانا چاہتے تھے۔ آپ اپنی گاڑی ہی میں بیٹھی رہ جاتیں۔ پھر آپ کو گھر واپس جانے پر مجبور کیا جاتا۔!"

"کوئی پرانی دشمنی....؟"

"اگر وہ کسی پرانی دشمنی کا معاملہ ہوتا تو یہاں آپ کی موجودگی ضروری نہ ہوتی بھلا آپ کیوں گھر سے باہر رات گذارتیں۔!"

"کچھ بھی ہو.... میں تو بہت خوش ہوں....؟" فریدہ بولی۔

"ڈھول ڈھپے سے بہت دلچسپی ہے آپ کو....!"

"یہ بات نہیں ہے....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

اور عمران بغلیں جھانکتا ہوا بولا۔ "میری عدم موجودگی میں آپ دروازہ بند کر کے بیٹھیں گی۔ کسی کے لئے بھی دروازہ نہیں کھولیں گی۔ وغیرہ.... وغیرہ....!"

"تو کیا تم چلے جاؤ گے....؟" وہ آنکھیں نکال کر غرائی۔

"جانا ہی پڑے گا۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیوں....؟"

"دشمن آپ کو تو بخش سکتا ہے.... لیکن مجھے نہیں....!"

"میں بھی مروں گی تمہارے ساتھ فکر نہ کرو.... لیکن تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔!"

"ارے باپ رے۔!" عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"میری طرف دیکھو....!"

عمران نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"یہ خیال دل سے نکال دو کہ تم چھ ماہ کے بعد پھر خانہ بدوشی کی زندگی شروع کر دو گے۔!"

"یہ تو ناممکن ہے.... مستقل طور پر کسی دوسری قسم کی زندگی مجھے ٹی بی کا شکار بنا دے گی۔ فیملی ڈاکٹر نے یہی بتایا تھا۔!"

"خانہ بدوشی کی زندگی اور کتوں کی زندگی میں کیا فرق ہے....؟"

"کچھ بھی ہو.... لیکن دنیا کی زیادہ تر آبادی کتوں ہی کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ کچھ کو پالتو بنا لیا جاتا ہے اور کچھ آزادی سے کم از کم بھونک تو سکتے ہیں۔ میں دوسری قسم کے کتوں کی نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔!"

"سیاست نہ بگھارو....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"چھ ماہ کے لئے پل تو گیا ہوں.... کیا پریشانی ہے۔!"

پھر وہ کچھ نہ بولی.... منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "کھانے کے لئے فون کروں.... اتنی ورزش کے بعد بھوک کھل جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔!"

"اپنے لئے منگوا لو.... میں نہیں کھاؤں گی۔!" لہجے میں جھلاہٹ برقرار تھی۔

"تب پھر مجھے بھی بھوکا مرنا پڑے گا۔!"

"کیوں تم کیوں....؟"

"وہ چھ ہی ماہ کے لئے سہی لیکن وفادار نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔!"

"تم بکواس بند نہیں کرو گے۔!"

"بھوکے ہی بھونکتے ہیں....پیٹ بھرے نہیں۔!"

"میں کہتی ہوں خاموش ہو جاؤ....!" وہ جھلا کر کھڑی ہو گئی۔ اُسے سچ مچ غصہ آگیا تھا۔ عادی تھی ناز برداریوں کی۔ خود تیمور اس کے سامنے بھیگی بلی بنا رہتا تھا۔ اس کی کہی ہوئی بات صحیح ہو یا غلط کبھی تردید کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

عمران نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور اپنے داہنے پیر کے جوتے کی نوک کو اس طرح گھورے جا رہا تھا جیسے اس سے پھلجھڑیاں چھوٹنے کی توقع پوری نہ ہو سکی ہو۔!

"تم خود کو کیا سمجھتے ہو....؟" فریدہ کا پارہ چڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"دوسروں کے سامنے دوست اور تنہائی میں سیکریٹری۔!" عمران نے پہلے ہی کے سے لہجے میں جواب دیا۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ غیض و غضب کے اس مظاہرے سے ذرہ برابر بھی متاثر ہوا ہو۔!

"تم مجھے پاگل بنا دو گے۔!" وہ کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد مضمحل سی آواز میں بولی اور پھر بیٹھ گئی۔

نہ جانے کیوں یک بیک اس کا غصہ فرو ہو گیا تھا....اور ذہن پر ایک غم انگیز سی پژمردگی مسلط ہو گئی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "کھانے کے لئے فون کر دو....جو مناسب سمجھو منگواؤ۔!"

"آپ بھی کھائیں گی نا....!"

"کھالوں گی۔!" اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

پھر انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا تھا اور فریدہ اونگھنے لگی تھی۔

"کک....کیوں....یہ کیا ہو گیا ہے مجھے نیند کیوں آرہی ہے۔!" اس نے جماہی لے کر کہا۔

"پچھلی رات آپ سوئی کب تھیں....!"

"تت....تم کیا جانو....!"

"باڈی گارڈ کے بھی فرائض انجام دے رہا ہوں آج کل....!"

"میری خواب گاہ میں جھانکا بھی کرتے ہو۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"مجبوری....!"

"کیسی مجبوری ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "جس کوٹھی میں آپ رہتی ہیں وہ کب تعمیر ہوئی تھی....؟"

"بہت چھوٹی سی تھی میں.... میرے ڈیڈی تنہائی پسند آدمی تھے۔ اس لئے انہوں نے وہ جگہ منتخب کی تھی۔!"

"تیمور کب سے آپ کے یہاں ملازم تھا۔ مطلب یہ کہ آفس میں کب سے کام کر رہا تھا۔!"

"پانچ چھ سال ہوئے ہوں گے۔!"

"عمارت میں قیام کی غرض سے کب آیا تھا....!"

"ڈیڈی کے انتقال کے بعد سے۔!"

پھر اس نے محسوس کیا کہ عمران کسی سوچ میں پڑ گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ "کیا آپ کو عمارت میں کسی تہہ خانے کا علم بھی ہے....؟"

"ہاں.... ہاں.... ڈیڈی نے کچھ حصے میں تہہ خانے بھی بنوائے تھے۔ لیکن میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ تہہ خانے کے نام ہی سے گھٹن محسوس کرنے لگتی ہوں۔!"

"یہ تو جانتی ہی ہوں گی کہ تہہ خانوں کا راستہ آپ کی خواب گاہ سے بھی ہے۔!"

"نہیں.... نہیں.... میں قطعی نہیں جانتی۔!"

"کیا آپ ہی اس کمرے کو استعمال کرتی رہی ہیں ہمیشہ سے۔!"

"نہیں.... وہ ڈیڈی کی خواب گاہ تھی۔!"

"ہوں....!" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو....؟"

"اس قسم کی معلومات حاصل کئے بغیر میں آپ کی حفاظت نہیں کر سکوں گا۔!"

"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ مجھے سچ مچ مار ڈالنا چاہتا ہے۔!"

"ڈاک بنگلے والی رات یاد ہے نا آپ کو....!"

"ہاں.... لیکن.... یہ تو بتاؤ.... کیا وہ زہر ساتھ لئے پھرتا ہے۔ اسے تو علم نہیں تھا کہ میں اس کا پیچھا کر رہی ہوں....؟"

"بعض لوگ اپنے مرنے کا سامان ساتھ ہی رکھتے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب یہ کہ بعض لوگ ہر وقت کوئی نہ کوئی ایسی چیز اپنے پاس ضرور رکھتے ہیں جس سے دوسروں کی یا اپنی زندگی کا خاتمہ فی الفور کیا جاسکے۔!"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔!"

"جتنا میں فی الحال جانتا ہوں اس سے زیادہ آپ کو کیسے سمجھا سکوں گا۔!"

"بس ختم کرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "مجھے نیند آرہی ہے۔ تم بھی سو جاؤ....!" فریدہ کے ہونٹوں پر نشیلی سی مسکراہٹ تھی۔

"میں بھی سو جاؤں گا....!" عمران بڑبڑایا.... وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

فریدہ بستر پر بیٹھی اُسے گھورے جارہی تھی اور وہ سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔

فریدہ کو سچ مچ نیند آرہی تھی.... اور عمران کو گھورنے کے لئے رہ رہ کر اُسے اپنی آنکھیں پھاڑنی پڑتی تھیں۔

"تم کیا سوچ رہے ہو....!" بالآخر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہی کہ میں کل اسی وقت کیا سوچ رہا تھا۔!"

وہ زیرِ لب پتہ نہیں کیا بڑبڑاتی ہوئی لیٹ گئی خود اُسے بھی اندازہ نہ ہو سکا کہ کیا کہہ رہی تھی۔ نیند کے شدید ترین غلبے کے تحت وہ فوراً ہی گردوپیش سے بے خبر ہو گئی۔

دوبارہ آنکھیں کھلنے پر اس نے محسوس کیا تھا۔ جیسے اس کا بستر خلاء میں تیر رہا ہو۔ فلم الہٰ دین والے جادوئی قالین کی طرح.... کانوں میں کچھ ایسی آوازیں بھی پڑ رہی تھی جیسے اڑتے ہوئے

قالین کی پس منظر موسیقی کی لہریں ہوں۔!

پھر آہستہ آہستہ موسیقی کی لہریں موٹر کے انجن کی آواز میں تبدیل ہوتی گئیں اب آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں.... اور وہ محسوس کر سکتی تھی کہ وہ کسی گاڑی میں سفر کر رہی ہے لیکن چاروں طرف اندھیرا تھا۔

وہ اٹھ بیٹھی.... اور اندھیرے میں بستر کو ٹٹولنے لگی۔ بستر تو خاصا آرام دہ اور کشادہ تھا۔ سرد ہوا کے تھپیڑے جسم سے ٹکرا رہے تھے۔ دفعتاً اسے پے در پے تین چھینکیں آئیں اور اندھیرے میں ایک نرم سی آواز ابھری کوئی کہہ رہا تھا۔

"محترمہ.... اگر آپ بیدار ہو گئی ہوں تو متفکر نہ ہوں.... مسٹر عمران کی ہدایت پر آپ کو کسی محفوظ مقام پر لے جایا جا رہا ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ خاموش بیٹھی گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔

یہ عمران.... خدا کی پناہ.... لیکن .... وہ تو ہوٹل رونیک کے ایک کمرے میں سوئی تھی.... اور عمران بھی وہاں موجود تھا۔ ذہن پر زور دیتی رہی لیکن یاد نہ آسکا کہ وہ اس دوران جاگی بھی ہو.... پھر وہ اس گاڑی میں کس طرح پہنچی .... آنکھیں مل مل کر اندھیرے میں گھورتی رہی۔ کوئی بڑی گاڑی تھی کیونکہ کئی کھڑکیوں سے تاروں بھرا آسمان نظر آرہا تھا۔

"عمران....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کراہی۔

"وہ تشریف نہیں رکھتے محترمہ....!" نرم لہجے میں جواب ملا۔

"وہ کہاں ہے۔!"

"غالباً ان سے وہیں ملاقات ہو سکے گی جہاں ہم جا رہے ہیں....!"

"تم کون ہو....!"

"ان کا اور آپ کا بہی خواہ ہم دونوں دوست ہیں محترمہ....!"

اس کا دل چاہا کہ وہ اسی سے عمران کے بارے میں کچھ معلوم کرے لیکن پھر اسے نامناسب سمجھ کر خاموش ہی رہی۔!

ویسے وہ بستر سے اتر کر ایک کھڑکی کے قریب آئی تھی اور باہر دھندلکے میں آنکھیں پھاڑنے لگی تھی دور دور تک کسی عمارت کا نام و نشان نہیں تھا.... ملگجے سے اندھیرے میں دیو پیکر درخت

خاموش کھڑے تھے۔

لیکن .... وہ خود ساتھ کیوں نہیں ہے ؟اس نے سوچا پھر موجودہ حالات پر غور کرنے لگی کب تک یہ صورت حال رہے گی اگر تیمور اس کی زندگی کا خواہاں ہے تو کب تک بچتی رہے گی۔ آخر عمران کرنا کیا چاہتا ہے۔اس نے اس سے کہا تھا کہ اس خدشے کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے دے لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔ تو پھر کیا وہ خود قانون کو ہاتھ میں لینا چاہتا ہے؟ یہ کسی طرح بھی مناسب نہ ہوگا۔ پھر وہ کیا کرے۔ وہ اس کی سنتا کب ہے؟

پھر اسے یاد آیا کہ رونیک میں اس نے عمارت کے تہہ خانوں کے متعلق پوچھا تھا اور اسی سے اس کی اطلاع ملی تھی کہ تہہ خانے کا ایک چور دروازہ خود اس کی خواب گاہ میں بھی موجود ہے۔ وہ اس سے بے خبر تھی۔اس کے باپ نے کبھی اُسے نہیں بتایا تھا۔ بہر حال اس کا مطلب یہ تھا کہ عمران اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کر چکا ہے۔ کون کسی کے لئے اتنا کرتا ہے؟ پھر کیا یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ بھی اس سے لگاؤ رکھتا ہے؟ کچھ لوگ ذرا مشکل ہی سے کھلتے ہیں۔ صبر وضبط سے کام لینا پڑے گا۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی ہے۔ وہ سمجھی تھی شاید اب رک ہی جائے گی۔ لیکن پھر جھٹکے لگنے لگے۔ غالباً وہ کسی کچے راستے پر موڑی گئی تھی۔اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"کیا وہ محفوظ مقام شہر سے باہر ہے۔!"

"بس محترمہ.....!" آواز آئی۔ "پہنچے ہی سمجھئے۔!"

راستہ یقیناً دشوار گذار تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے گاڑی الٹ ہی جائے گی۔

خدا خدا کر کے ایک جگہ رکی۔ کچھ دیر سناٹا رہا۔ پھر گاڑی کا ایک دروازہ آواز کے ساتھ کھلا اور اس سے نیچے اترنے کو کہا گیا۔ وہ اندازے سے اپنا لباس درست کرتی ہوئی گاڑی سے نیچے اتر آئی۔

جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے فضا گونج رہی تھی۔ گاڑی کا انجن بند ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے یہ جھائیں جھائیں انجن ہی کی آواز کی نہ ختم ہونے والی ہلکی سی بازگشت ہو۔

ہمراہی نے ٹارچ روشن کی اور فریدہ اس کے پیچھے چلنے لگی۔ گاڑی سے صرف وہی اترا تھا وہ اندازہ نہ کر سکی کہ گاڑی میں کوئی اور بھی ہے یا نہیں۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ درختوں کے جھنڈ میں گھری ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت کے قریب پہنچے اور فریدہ چونک پڑی۔

"اوہو.... تو کیا ہم علی پور میں ہیں۔!" اُس نے کہا۔

"جی ہاں.... محترمہ....!"

یہ عمارت جانی پہچانی تھی۔ کیوں نہ ہوتی خود اس کی ملکیت تھی۔ علی پور کی دیہی جائیداد بھی اسی کے حصے میں آئی تھی۔ آموں کے باغ کے درمیان یہ عمارت اسی کے باپ نے بنوائی تھی۔ کبھی کبھی آرام کرنے وہ یہیں آیا کرتے تھے۔

عمارت کی کھڑکیاں روشن نظر آرہی تھیں۔

فریدہ نے عمران کو علی پور کی جائیداد کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ پہلے اسے حیرت ہوئی۔ پھر عمران پر غصہ آنے لگا۔ آخر اس طریق کار کی کیا ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر تو رونیک سے باہر آئی نہ ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خود کو اس طرح بحالت سفر پا کر اسے حیرت کیوں ہوتی۔ یقیناً کھانے میں کوئی نشہ آور چیز تھی۔ فوراً ہی تو نیند آنے لگی تھی۔ لیکن عمران پر اس کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے جو کچھ بھی کھایا تھا ساتھ ہی کھایا تھا.... پھر عمران۔

"تشریف لے چلئے محترمہ....!" ساتھی نے کہا اور وہ چونک پڑی۔

"اندر پیٹرومیکس لیمپ روشن تھا۔!"

وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی اور پھر اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا پورا جسم ہل کر رہ گیا ہو۔

تیمور سامنے کھڑا اسے مضحکانہ انداز میں گھورے جارہا تھا۔ ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"اس کا کیا مطلب....؟" فریدہ آپے سے باہر ہوگئی۔

"اس کا مطلب یہ ہے محترمہ فریدہ کہ میں جہاں سے چاہوں آپ کو اس طرح اٹھوا منگاؤں۔!"

"شٹ اپ....!" غصے کی زیادتی کی بناء پر اس کے علاوہ اور کچھ زبان سے نہ نکل سکا۔

"آج دل کا بخار نکال لیجئے....!" پھر موقع نہ ملے گا۔

"میں تم جیسے چھچھورے اور کمینوں پر تھوکنا بھی پسند نہ کروں گی....؟"

"نمک کھایا ہے میں نے آپ کا....!" وہ ڈھٹائی سے ہنس کر بولا۔ "اس لئے میں کوئی گستاخانہ جملہ زبان سے نہیں نکال سکوں گا۔!"

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی کہ یہاں سے فوراً واپس چلی جاؤں....؟"

"محترمہ! نہ آپ اپنی خوشی سے آئی ہیں اور نہ اپنی خوشی سے جاسکیں گی۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آپ خود سوچئے کہ آپ کو وہاں سے لانے میں کتنی دشواری پیش آئی ہوگی۔ کلوروفام سنگھایا گیا ہوگا۔ پھر دو آدمیوں نے آپ کو اسٹریچر پر اٹھا کر ایمبولینس گاڑی تک پہنچایا ہوگا۔!"

"اوہ.... تو اس طرح....!" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"ظاہر ہے.... ایک بھرے پُرے ہوٹل سے اٹھا لانے کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی۔ سفید لبادوں میں ملبوس میل نرسوں نے آپ کو اسٹریچر پر اٹھایا تھا.... اور سرکاری ایمبولینس گاڑی تک لائے تھے۔!"

"عمران کہاں ہے....؟" فریدہ نے بے ساختہ پوچھا۔

"کون کسی کا ہوا ہے محترمہ.... اس نے ایک فوری خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو مشورہ دیا ہوگا کہ آپ رونیک میں ہی رات بسر کریں....!"

"وہ بھی تھا میرے ساتھ....!"

"ہونہہ.... ایسے بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں جو دوسروں کے لئے اپنی جان ہلاکت میں ڈالیں۔ آپ کے سوجانے کے بعد وہ چپ چاپ کھسک گیا ہوگا۔ آپ کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ آپ اس کمرے میں تنہا سو رہی تھیں....!"

وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے خاموش کھڑی رہی۔

"اب آپ مجھے بتائیے کہ یہ عمران کس جنگل کا جانور ہے۔!"

"شٹ اپ.... اتنی بدتمیزی سے تم اس کا تذکرہ نہیں کر سکتے۔!"

"آپ کو اس کے بارے میں مجھے بتانا ہی پڑے گا محترمہ....!"

"تم اس پر کئی بار قاتلانہ حملے کر چکے ہو۔!"

"کرا چکا ہوں.... خود اپنے ہاتھوں کو تکلیف دینے کا قائل نہیں۔!"

فریدہ ڈاک بنگلے والے واقعہ کا تذکرہ کرتے کرتے رک گئی۔ اس نے سوچا یہ کسی طرح بھی مناسب نہ ہوگا۔ وہ تنہا ہے۔!

"غالباً آپ کچھ کہنا چاہتی تھی....؟"

"نمک حراموں سے گفتگو کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہوں۔!"

"میرا خیال ہے کہ آپ کبھی مجھے محبت بھری نظروں سے بھی دیکھ چکی ہیں۔!"

"پالتو کتوں کو نفرت سے تو نہیں دیکھا جاتا۔!"

"یقیناً.... یقیناً....!" وہ سر ہلا کر بولا.... اور زہریلی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر بے حد سنجیدگی سے بولا۔"عمران کے بارے میں تو آپ کو بتانا ہی پڑے گا ورنہ شاید پھر مجھے اپنی نمک خواری بھی یاد نہ رہ جائے۔!"

"کیا کرو گے.... تم....؟" وہ چیخ کر بولی۔

"ضدی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا میری پرانی عادت ہے۔!"

فریدہ کچھ نہ بولی۔ غصے کی زیادتی کی بناء پر کچھ سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہنا یا کرنا چاہیئے۔

"آپ صرف اتنی سی بات پر خفا ہو گئیں کہ میں صفیہ کی طرف کیوں مائل ہو گیا۔ یقین کیجئے میں شروع ہی سے صفیہ کو چاہتا رہا ہوں۔!" تیمور نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بکواس بند کرو....!"

"میں صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں.... صفیہ شروع ہی سے میرے ذہن پر چھائی رہی ہے۔ لیکن آپ خود بتایئے.... اگر میں آپ پر مرمٹنے کی اداکاری نہ کرتا تو کیا صفیہ تک میری رسائی ممکن ہوتی؟ آپ کتنے سے کاٹ دیتیں مجھے۔!"

"زبان.... بند کرو.... ذلیل سور....!" فریدہ کی آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔

"مجھے کہنے دیجئے محترمہ کہ کسی مقصد کے حصول میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں اور سب کچھ کر گزرنا پڑتا ہے.... نہ میں آپ کی طرف جھکتا اور نہ مجھے کوٹھی میں رہائش اختیار کرنے کا آفر ملتا۔!"

فریدہ دروازے سے نکل جانے کے لئے مڑی.... لیکن ایک رائفل کی نال اس کی راہ میں حائل ہو گئی اور تیمور نے قہقہہ لگایا۔

"اوہ....!" وہ بھوکی شیرنی کی طرح تیمور پر جھپٹ پڑی۔

تیمور نے اس کی کلائیاں پکڑلیں جنہیں چھڑا لینے کے لئے وہ اپنا پورا زور صرف کر رہی تھی۔

پھر تیمور نے اسے دھکا دیا.... اور وہ مسہری پر جا پڑی.... فریدہ کی زبان سے کیسے الفاظ نکل

رہے تھے اس کا ہوش تو خود اسے بھی نہیں تھا۔

"خاموش رہو....!" دفعتاً تیمور گونجیلی آواز میں چیخا۔

"کتے.... میں تجھے دیکھ لوں گی۔!"

"تم جہنم میں جاؤ.... میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ عمران کہاں ہے....؟"

"اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو کبھی نہ بتاتی۔!"

"تم بتاؤ گی.... نہیں بتاؤ گی تو بھگتو گی۔!"

"ارے جا.... بہت دیکھے ہیں تجھ جیسے علمٹے....!"

"فریدہ.... عمران کہاں ہے؟ آخری بار پوچھ رہا ہوں....؟"

فریدہ کچھ نہ بولی۔ دفعتاً ایک سوال اس کے ذہن میں بجلی کی طرح کوندا۔ آخر وہ عمران کے پیچھے کیوں پڑا ہے جب کہ رقابت کے جذبے سے بھی عاری ہے؟

"اچھی بات ہے۔!" تیمور اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "اب میں تمہیں دیکھوں گا۔!"

"ٹھہرو....!" فریدہ اپنے ذہن پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ "میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ اگر جانتی بھی ہوتی تو تمہیں نہ بتاتی۔!"

"تم نہیں جانتیں....؟"

"ہر گز نہیں.... میں تو سو گئی تھی۔ تمہاری ہی زبانی معلوم ہوا ہے کہ وہ اس وقت کمرے میں موجود نہیں تھا۔!"

"بڑا خیر خواہ ساتھی تلاش کیا ہے....؟" تیمور نے زہریلے لہجے میں کہا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "اچھا اس کا صحیح پتہ بتاؤ....!"

"میں نہیں جانتی۔!"

"خوب.... تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ وہ رہتا کہاں ہے۔!"

"یقین کرو.... میں نہیں جانتی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا ہے۔!"

یک بیک فریدہ نے محسوس کیا جیسے تیمور کے چہرے پر گہری تشویش کے بادل چھا گئے ہوں۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "ملاقات کیسے ہوئی تھی....؟"

فریدہ نے سوچا اسے حکمت عملی سے کام لینا چاہئے ورنہ یہ وہی شخص ہے جس نے انہیں ایک

بار زہر دینے کی کوشش کی تھی۔

"وہ ایک مضحکہ خیز سچویشن تھی۔!" اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب....؟"

"تم سن کر ہنسو گے میری حماقت پر....!"

"میں آج کل ہنسنے کے موڈ میں نہیں ہوں.... تم بتاؤ....!"

"اس دن.... وہیں ڈاک بنگلے میں ملاقات ہوئی تھی۔!"

"میں نہیں سمجھا....!" تیمور نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"وہ جس کا دماغ چل گیا ہو سب کچھ کر گزرتا ہے۔ تم نے مجھے گہرا صدمہ پہنچایا تھا۔ میں پاگل ہو رہی تھی۔ ایک دن تم دونوں کو کسی لمبے سفر پر جاتے دیکھ کر خود کو قابو میں نہ رکھ سکی۔ تمہارے پیچھے لگ گئی۔ اندازہ تھا کہ تم لوگ ہالی ڈے کیمپ جاؤ گے۔ پتہ نہیں کس رفتار سے روانہ ہوئے تھے کہ راستے میں کہیں نہ مل سکے.... پھر بارش آ گئی۔!"

فریدہ نے اپنی اور عمران کی ملاقات کے بارے میں بالتفصیل اسے بتاتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ ایک مخلص دوست ثابت ہوا ہے۔ مجھے اس کی دوستی پر فخر ہے۔ اگر اس کا سہارا نہ ملا ہوتا تو پاگل ہو جاتی۔!"

تیمور ہونٹ بھینچے اس کی کہانی سنتا رہا تھا اور اب بھی اس کے ہونٹ بھینچے ہی ہوئے تھے۔ فریدہ نے مصلحتاً کھانے اور کتے کے پلے کی موت کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

"اور کچھ....؟" تھوڑی دیر بعد تیمور نے سوال کیا۔

"اور کیا....؟"

"ذہن پر زور دو.... شاید کوئی بات رہ گئی ہو....؟"

"اور تو مجھے کچھ بھی یاد نہیں آتا....؟"

وہ بے یقینی کے سے انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"تم اور کیا جاننا چاہتے ہو....!" فریدہ نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"وہ کوئی بہت بڑا فراڈ ہے.... اس سے ہوشیار رہو....!" تیمور نے پھر پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"ہوشیار رہوں.... تو تم مستقبل کی بات کر رہے ہو۔ حالانکہ میرا خیال ہے کہ تم مجھے مار

ڈالنے کی نیت سے یہاں لائے ہو۔!"

وہ ہنس پڑا اور بولا۔"بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ تم مجھے اب بھی اس لئے عزیز ہو کہ تمہارے ہی توسط سے صفیہ تک میری رسائی ہوئی ہے۔!"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو.... مجھے جان سے نہ مارو گے....؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح یقین دلاؤں.... ارے میں تو تمہیں ایک بڑے فراڈ کے پنجے سے رہائی دلانا چاہتا ہوں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"مجھے وہ کوئی بہت ہی خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔!"

"آخر کس بناء پر....!"

"اس رات تم نے مجھے پہچان لیا تھا۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔!"

"میں نے تمہیں یقیناً پہچان لیا تھا۔ اسی لئے عمران کو روکا تھا کہ وہ تمہارا تعاقب نہ کرے لیکن یہ تو بتاؤ.... تم وہاں کا فرش کیوں اکھاڑ رہے تھے۔!"

"عمران نے کیا بتایا تھا....؟"

"وہ تو کہہ رہا تھا کہ اس نے تین فٹ گہرا گڑھا کھودا تھا لیکن کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔!"

"جھوٹا ہے.... چور ہے۔!" تیمور مٹھیاں بھینچ کر بولا۔"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ تم ایک بہت بُرے آدمی کے چکر میں پھنس گئی ہو۔!"

"آخر مجھے بھی تو بتاؤ....!"

"میں نے اپنے کمرے میں ایک ہزار مرشد آبادی اشرفیاں دفن کی تھیں اور انہیں کسی کے علم میں لائے بغیر نکال لے جانا چاہا تھا۔!"

"اُف.... فوہ.... تم نے مجھ پر بھی اعتماد نہ کیا۔ میں تم سے کبھی نہ پوچھتی کہ تم نے وہ اشرفیاں کہاں سے حاصل کی تھیں۔!"

"میں تم سے شرمندہ ہوں۔ یقین جانو تمہیں اپنی شکل نہیں دکھانا چاہتا.... اور اس وقت میں نے یہ اتنی بڑی جسارت محض اس بناء پر کر ڈالی ہے کہ تمہیں نقصان میں دیکھنا نہیں چاہتا۔!"

فریدہ سچ مچ سوچ میں پڑ گئی۔ عمران پہلے ہی سے اس کیلئے ناقابل فہم تھا۔ ایک ہزار اشرفیوں

والی بات نے اسے شبہے میں مبتلا کر دیا۔

"اچھا.... چلو تسلیم کئے لیتی ہوں....!" فریدہ نے کچھ دیر بعد کہا۔ "لیکن کیا اس رات ڈاک بنگلے میں تم نے میری زندگی کا خاتمہ کر دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔!"

"بھلا.... وہ کس طرح....؟"

"زہر....!"

"خدا کی پناہ.... کیا تم مجھے اس کی کہانی نہ سناؤ گی۔!" تیمور کے لہجے میں حیرت تھی۔

فریدہ نے ہکلا ہکلا کر اُسے کتے کے پلے کی موت کے بارے میں بتایا.... اور یہ بھی بتایا کہ عمران نے کس طرح ثابت کر دیا تھا کہ یہ حرکت تیمور ہی کی تھی۔ تیمور دونوں ہاتھوں سے سر تھامے کرسی پر بیٹھ گیا۔

فریدہ اس کی بدلتی ہوئی حالتوں کا بغور جائزہ لیتی رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب ہے کیا۔

"تم کیا سوچنے لگے....!" دفعتاً اس نے اُسے مخاطب کیا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں.... کہ.... اُس نے تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لئے یہ کھیل کھیلا تھا.... ورنہ خود سوچو کہ میں زہر ساتھ لئے پھروں گا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہارے لئے اجنبی رہا ہو۔ لیکن تم یا ہم لوگ اس کے لئے اجنبی نہیں تھے۔ ہمارے حالات سے وہ بخوبی واقف تھا۔!"

"تت.... تو.... اس کا یہ مطلب ہوا....!"

"ہاں! اُس نے خود ہی جگہ بنانے کی کوشش کی تھی تمہارے دل میں!"

"لل.... لیکن.... ڈاک بنگلے کے چوکیدار کا بیان.... کہ تم اس سے ٹکرائے تھے جب وہ کھانا لے کر آ رہا تھا۔!"

"کیا مشکل ہے اس قسم کا بیان دلوا دینا.... جیب گرم کر دی ہو گی اس کی اور اسکیم کے مطابق وہ ایک کتے کا پلا بھی اپنے ساتھ لیتا آیا ہو گا۔!"

فریدہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔

"لیکن تم ہالی ڈے کیمپ جانے کے بجائے واپس کیوں چلے آئے تھے۔!"

"تمہاری موجودگی میں ہم دونوں ہی کوفت میں مبتلا رہتے۔!"

وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ تیمور کے اس جملے پر ایک بار پھر غصے کی ایک تیز سی لہر اس کے

سارے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ لیکن اس نے اپنی زبان روکے رکھی۔

کچھ دیر بوجھل سا سکوت طاری رہا۔ پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ سب کچھ کتنا تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے.... یہ میں ہی جانتا ہوں۔!"

"کیا تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے۔!" فریدہ نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"وہی سب کچھ.... میں خود کو کبھی معاف نہ کر سکوں گا۔ اس جرم کی پاداش میں ذہنی طور پر زندگی بھر مطمئن نہ ہو سکوں گا۔!"

"صفیہ کو کیا ہو گیا ہے.... یہ میں اکثر سوچتی ہوں۔!"

"تم اس معاملے کے متعلق کچھ سوچنا ہی چھوڑ دو....!"

"یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو۔!"

"تمہارے معاملے میں کبھی مخلص نہیں رہا۔ مجھے اپنے اس جرم کا اظہار کرتے ہوئے سخت ندامت ہوتی ہے۔!"

"اور اسی ندامت سے پیچھا چھڑانے کے لئے تم نے مجھے زہر دینے کی کوشش کی تھی۔!"

"نہیں.... اس خلش سے پیچھا چھڑانے کے لئے میں خودکشی کر سکتا ہوں لیکن....!"

فریدہ کچھ نہ بولی.... اور تیمور نے بھی جملہ پورا نہیں کیا تھا۔

تیمور کی پیشانی پر شکنیں تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔

دفعتاً اس نے پوچھا۔ "رونیک میں قیام کرنے کا مشورہ تم نے دیا تھا....؟"

"نہیں.... میرے ذہن میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ خود اس نے ہی مجھے رونیک میں اپنا انتظار کرنے کا مشورہ دیا تھا.... اور جب پھر واپس آیا تو کہا تھا کہ رات وہیں بسر کرنی چاہئے۔!"

"لیکن یہ تو ضرور بتایا ہو گا کہ ان آدمیوں کو وہ کہاں لے گیا تھا جنہوں نے اُسے پکڑ لے جانے کی کوشش کی تھی۔!"

"تو وہ تمہارے ہی آدمی تھے۔!"

"یقیناً تھے.... میں اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔!"

"لیکن ہنسی آتی ہے ان لوگوں کے انجام پر.... کیسے ڈھیلے ڈھالے آدمی بھیجے تھے۔!"

"تمہیں ہنسی آتی ہے.... اور مجھے حیرت ہے۔ ان میں سے ایک آدمی دس پر بھاری تھا۔!"

"اس کے باوجود بھی صرف ایک کو نہ سنبھال سکے۔!" فریدہ پھر ہنس پڑی۔

"مجھے فوراً دیکھنا چاہئے۔ تم یہیں آرام کرو....!" تیمور اٹھتا ہوا بولا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گی سمجھے....!"

"تم یہاں تنہا نہ ہوگی۔ پانچ آدمی تمہاری دیکھ بھال کریں گے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم مجھے یہاں قید کر رہے ہو۔!"

"ہاں....!" وہ جھلا کر مڑا اور پیر پٹخ کر بولا۔ "جب تک عمران میرے ہاتھ نہیں لگتا تم یہیں قید رہو گی۔!"

"کیوں....؟"

"میری مرضی....!"

"لیکن....ابھی تو تم....!"

"ہاں....ابھی میں ندامت کا اظہار کر رہا تھا....تو پھر....!"

"تم آدمی ہو یا کتے....!" وہ بپھر گئی۔

"واپس آکر جواب دوں گا....!" وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ میں فریدہ نے دیکھا کہ وہ الٹے قدم لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں آگرا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے باہر نکلتے ہی کسی نے اس کی ٹھوڑی پر گھونسا جڑ دیا ہو۔

وہ بڑی پھرتی سے پھر اٹھ گیا تھا۔ فریدہ آنکھیں پھاڑے دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔ لیکن اسے کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔

دفعتاً تیمور زور زور سے آوازیں دینے لگا۔ "غفور...نواب...بندو...عیدو...جمے..فتو..!"

لیکن فریدہ صرف بازگشت سنتی رہی۔ کسی دوسرے کی آواز کان میں نہ پڑی۔

"کیا بات ہے....؟" اس نے خوف زدہ لہجے میں تیمور سے پوچھا۔

"کوئی برآمدے میں موجود ہے۔!" تیمور نے بلند آواز میں کہا۔ "لیکن یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔!"

اس کے بعد پھر اس نے اپنے آدمیوں کو آوازیں دینی شروع کیں۔ ایک ایک کر کے وہ پانچوں کمرے میں داخل ہوئے۔ خاصے لحیم شحیم لوگ تھے اور صورت سے اچھے آدمی نہیں معلوم

ہوتے تھے۔

"اونگھتے رہتے ہو کم بختو...!" تیمور دھاڑا۔ "مکان میں کوئی اور بھی موجود ہے۔!"

"اچھا....!" پانچوں نے بہ یک وقت حیرت ظاہر کی اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔

"کیا بے ہودگی ہے....!" تیمور پیر پٹخ کر بولا۔

ان کے قہقہے پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئے۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو.... ورنہ گولی مار دوں گا۔!"

"آخاہ.... گولی مار دیں گے۔!" ان میں سے ایک نے یک بیک سنجیدہ ہو کر کہا۔ دوسرے بھی خاموش ہو گئے.... اور پہلے آدمی کی آنکھوں میں غیض و غضب کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بتدریج اس کا غصہ تیز ہوتا جا رہا ہو۔

"اچھا.... ہمیں گولی مار دو گے۔!" بقیہ چاروں نے بھی یک زبان ہو کر کہا اور ان کے چہروں کی رنگت بھی تبدیل ہونے لگی۔

پھر اچانک وہ سب اس پر پل پڑے اور وہ کسی ایسے بے دست و پا آدمی کی طرح چیخنے لگا جیسے کسی اندھیرے اور سنسان جنگل میں بھیڑیوں نے گھیر لیا ہو۔

فریدہ بوکھلا کر مسہری پر جا چڑھی اور ٹھیک اسی وقت اسے عمران دروازے میں کھڑا نظر آیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ تھی۔ فریدہ نے دوسرے ہی لمحے میں مسہری سے چھلانگ لگائی اور اس سے جا لپٹی۔

"بھاگو.... خدا کے لئے یہاں سے بھاگو....!" وہ کانپتی ہوئی ہذیانی انداز میں بولی۔

"ڈریئے نہیں....!" عمران نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ "وقتی بخار ہے۔ ابھی ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔!"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!"

"ارے بچاؤ... بچاؤ... بخ... بخاؤ...!" تیمور کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکلنے لگیں۔

"ابے پھانسی ہو جائے گی سالو.... اگر مر گیا۔!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "بھاگو پولیس آ رہی ہے۔!"

"پولیس.... پولیس....!" وہ سب ایک ساتھ چیخے۔ کچھ عجیب سی آوازیں تھیں ان کی۔ فریدہ خوف زدہ تھی لیکن ان آوازوں کی اجنبیت کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔

پھر وہ پولیس.... پولیس چیختے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے کمرے سے نکل بھاگے۔ تیمور فرش سے اٹھ گیا تھا۔ لیکن اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ بدقت تمام وہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکا۔ بُری طرح کانپ رہا تھا۔ لباس تار تار تھا۔ کئی جگہ پیشانی کی کھال پھٹ گئی تھی۔ جس سے خون بہہ کر چہرے پر پھیل رہا تھا۔

عمران اور فریدہ خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے۔ پھر فریدہ نے عمران سے کہا۔ "چلو.... جلدی چلو.... کہیں وہ پلٹ نہ آئیں....؟"

"کون....؟" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"وہ جو ابھی....!"

"ارے.... وہ....!" عمران ہنس کر بولا۔ "کوئی یہاں گرا.... کوئی وہاں گرا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ایک ایک کر کے ڈھیر ہوتے چلے گئے ہوں گے۔!"

"صاف صاف بتاؤ....!" فریدہ جھنجھلا گئی۔

"تیمور نے کچھ دیر پہلے آپ سے ٹھیک ہی کہا تھا محترمہ کہ میں کوئی بہت بڑا فراڈ ہوں اور اس رات ڈاک بنگلے میں کتے کے پلے کی موت میری ہی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ میں نے ہی مرغ کے گوشت کو زہر آلود کیا تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ چوکیدار کی جیب گرم کر کے اسے ملانا بھی پڑا.... اور یہ سب کچھ میں نے اسی لئے کیا تھا کہ آپ کا اعتماد حاصل کر سکوں۔!"

"لیکن.... کیوں....؟" فریدہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"تاکہ.... اس فراڈ کو قریب سے دیکھ سکوں۔!" عمران نے تیمور کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا....!" فریدہ ہتھیلیوں سے اپنی کنپٹیاں دباتی ہوئی بولی۔

"کیوں.... ارے بے ہوش نہ ہو جانا....!" عمران تیمور کی طرف دیکھ کر دھاڑا۔

تیمور کی آنکھیں حلقوں سے ابلتی سی معلوم ہوئیں اور وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔

فریدہ کش مکش میں پڑ گئی تھی۔ ابھی ابھی عمران نے اعتراف کیا تھا کہ ڈاک بنگلے والی حرکت

اسی کی تھی۔

"میں دراصل آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں مختلف قسم کے زہروں پر اتھارٹی ہوں۔ان بے چارے پانچوں نے ایک ایسی بوٹی کا سفوف چائے میں پیا ہے جو سوئی کو نیزہ بنا سکتی ہے۔اسے پی لینے کے بعد مختلف قسم کے جذبات اتنی شدت اختیار کرتے ہیں کہ آدمی ان کے تحت جو کچھ بھی کرتا ہے کرتا ہی چلا جاتا ہے۔ یہ سب تیمور کے غلام ہیں لیکن توہین آمیز گفتگو نے انہیں اتنا غصہ دلا دیا کہ وہ اُسے مار ڈالنے پر تل گئے۔ پھر پولیس اور پھانسی کے نام پر اتنے خوفزدہ ہوئے کہ بھاگ ہی کھڑے ہوئے.... اور اب میرا خیال ہے کہ ادھر اُدھر بے ہوش پڑے ہوں گے۔

"لیکن.....!" فریدہ نے کچھ کہنا چاہا۔

ٹھہریئے.... محترمہ مجھے کہنے دیجئے.... آپ کی باتیں پھر سن لوں گا۔ میں نے صرف ایک معاملے میں آپ سے فراڈ کیا ہے آپ کی ملازمت اختیار کرنے سے پہلے ہی ملازمت حاصل کرچکا تھا.... اور اس ملازمت ہی کے سلسلے میں آپ کی ملازمت حاصل کرنی پڑی۔!"

"پتہ نہیں تم کیا بک رہے ہو۔!" فریدہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں نے آپ سے صرف ایک جھوٹ بولا تھا وہ یہ کہ میں بے کاری کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ تیمور کے لئے مجھے ایک پارٹی نے ملازم رکھا تھا۔ لہٰذا تیمور تک پہنچنے کے لئے مجھے آپ کی ملازمت کرنی پڑی۔!"

دفعتاً تیمور نے عجیب سی آواز میں قہقہہ لگایا اور بولا۔ "کیوں فریدہ.... کیا میں غلط کہہ رہا تھا کہ تمہارے لئے اجنبی رہا ہوگا ہم لوگ اس کے لئے اجنبی نہیں تھے۔!"

"مجھے اس کا اعتراف ہے.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "کئی ماہ سے تمہارے پیچھے ہوں.... اور اس دن بھی جب تم ہالی ڈے کیمپ جا رہے تھے۔ تمہارا ہی تعاقب کر رہا تھا۔ ڈاک بنگلے میں رکنا پڑا۔ تم لوگ اندر چلے گئے تھے اور میں اپنی گاڑی میں ہی بیٹھا رہا تھا۔ پھر محترمہ فریدہ کی گاڑی بھی وہیں آرکی تھی اور اس کے بعد حالات میری موافقت میں تھے۔ کیا سمجھے.... اب کہو تو تمہاری ایک ہزار مرشد آبادی اشرفیاں واپس کردوں جن کی قیمت سکہ رائج الوقت میں مبلغ ایک لاکھ بیس ہزار روپے ہوتی ہے۔!"

"تو کیا یہ سچ ہے.....!" فریدہ بول پڑی۔

"جواب دو پیارے.....!" عمران نے تیمور سے کہا۔

"میں کہتا ہوں!" تیمور ہانپتا ہوا بولا۔ "وہ جو کچھ بھی ہے تمہارے لئے بے کار ہے۔ سودا کر لو!"

"اب سنئے....؟" عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے فریدہ سے بولا۔

"میں کچھ نہیں سمجھ سکتی.... آخر یہ سب کیا ہے....؟"

"سمجھاؤ بھئی....!" عمران تیمور سے بولا۔

"میں کہتا ہوں حماقت میں نہ پڑو.... میں دس ہزار تک دے سکتا ہوں.... پھر سوچ لو۔!" تیمور ہانپتا ہوا بولا۔

"ذرا سنئے....!" عمران نے پھر فریدہ کو مخاطب کیا۔ "ایک ہزار اشرفیوں کے صرف دس ہزار مل رہے ہیں۔!"

"میں کہتی ہوں اس کی اشرفیاں واپس کر دو....!" فریدہ بولی۔

"کیوں بھئی اشرفیاں واپس کر دوں....؟" وہ پھر تیمور کی طرف مڑا۔

"بیس ہزار....!"

"کیا احمقانہ بات ہے۔!" فریدہ بولی۔ "ایک لاکھ بیس ہزار کا سودا صرف بیس ہزار میں۔ آخر یہ ہے کیا چکر....!"

"وہ اشرفیاں نہیں تھیں۔!" تیمور غرایا۔ "کچھ کاغذات تھے جو میرے علاوہ دنیا کے ہر آدمی کے لئے بے کار ہیں۔ اس سے پوچھو یہ ان کاغذات سے کیا حاصل کر سکا ہے....؟"

"پوچھئے محترمہ....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"خدارا تم ہی بتا دو.... میری تو عقل ہی گم ہے؟" فریدہ بے بسی سے بولی۔

"آپ اس تیمور سے جو ابھی لنگڑا نہیں ہوا یہ پوچھئے کہ یہ اپنی خواب گاہ کی دیواریں کیوں گندی کیا کرتا تھا۔ آپ کو وہ نمبر تو یاد ہی ہوں گے جو میں نے اس کے سرہانے کے قریب والی دیوار پر آپ کو دکھائے تھے۔!"

"میں تجھے مار ڈالوں گا....!" یک بیک تیمور نے عمران پر چھلانگ لگائی۔ عمران تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا.... اور تیمور منہ کے بل فرش پر جا گرا۔

"اب خود ہی اٹھ بیٹھے گا.... بڑا پھرتیلا بچہ ہے.... ماشاء اللہ....!" عمران نے فریدہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

فریدہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ وہ خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی۔ تیمور نے دوبارہ اٹھ بیٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"پھر جھپٹے گا.... دیکھنا....!" عمران نے فریدہ سے کہا.... اور فریدہ بے اختیار چیخی۔ "چاقو!"

اس نے چاقو کی جھلک دیکھ ہی لی تھی جسے چھپانے کے لئے تیمور نے اپنا داہنا ہاتھ پیچھے لے جاکر کمر پر رکھ لیا تھا۔

"چاقو نہیں.... چاکو صحیح تلفظ ہے۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا لیکن نگاہ تیمور ہی پر تھی جو غالباً حملے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔

"تلفظ کی پڑی ہے تمہیں.... دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ ارے اس کے ہاتھ میں چاقو ہے۔!"

"اس کی فکر نہ کیجئے....!" عمران نے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بڑی لجاجت سے بولا۔

"مجھے اس وقت وہی گیت سنا دیجئے جو تیمور کو بہت پسند تھا۔ جسکی اکثر آپ سے فرمائش کرتا تھا۔!"

"اوہ تو یہ سب کچھ بھی بتایا گیا ہے۔!" تیمور دانت پیس کر بولا۔

"ہاں....!" فریدہ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اب کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے کہ تم اس کے علاوہ بھی کوئی خطرناک کھیل کھیلتے رہے ہو۔!"

"خاکی زین کے تھانوں پر کبڈی کھیلتا رہا ہے۔!"

"خاموش....!" تیمور دھاڑتا ہوا اس پر جھپٹ پڑا اور فریدہ چیخ پڑی اس کی آنکھوں کے سامنے چاقو کی چمک لہرائی تھی.... اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اُسے بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے وہ بڑے پھل والا چاقو عمران کے سینے میں پیوست ہو گیا ہو۔

لیکن جلد ہی اس نے تیمور کی کراہیں سنیں اور آنکھیں کھول دیں۔ چاقو دور فرش پر پڑا چمک رہا تھا اور عمران تیمور کو رگڑے ڈال رہا تھا۔

یک بیک فریدہ کا دل چاہا کہ زور سے قہقہہ لگائے۔ عجیب سی ذہنی کیفیت محسوس کر رہی تھی جیسے خود پر قابو ہی نہ رہ گیا ہو۔

پھر ایسی آواز میں اس نے عمران کو مخاطب کیا جو خود اسے بھی اجنبی اجنبی سی لگ رہی تھی۔

"میں تمہیں ضرور وہ گیت سناؤں گی.... میرے پیارے میری زندگی۔!"

اور پھر وہ گانے لگی۔

ان کھجوروں کی چھاؤں میں سوئی ہوئی جھیل
کے خواب آتے ہیں مجھ کو
جھیل کے خواب اور اس کی لہروں کی وہ نقرئی تلملاہٹ
میری سیماب آسا طبیعت کی سا تھی
چین مجھ کو نہیں، چین ان کو نہیں
میں بھی اک لہر ہوں
میں بھی اک لہر ہوں
میں بھی اک لہر ہوں

اور پھر وہ اسی ایک مصرعے کی تکرار کرتی رہی۔ ماحول پر عجیب وحشت زدگی سی مسلط تھی۔ وہ گا رہی تھی.... اور تیمور عمران کو مار ڈالنے پر تلا ہوا تھا.... یہ اور بات ہے کہ اس کی مضبوط گرفت سے اب تک چھٹکارا نہ پاسکا ہو۔

ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا کہ بس ایک ہی بار چھوٹ پائے.... خون میں لت پت ہو رہا تھا۔

وہ گاتی رہی اور تیمور کے جسم کے مختلف حصوں سے خون رستا رہا۔

دفعتاً عمران بولا۔ "پلیز مس فریدہ.... ناؤ کیپ کوائٹ.... ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔!"

لیکن وہ اسی ایک مصرعے کی تکرار کرتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر جنون طاری ہو۔ احساس تو تھا کہ اس سے کوئی غیر فطری حرکت سرزد ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے بس میں نہیں تھا کہ خاموش ہو جاتی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے ذہن پر غبار سا طاری ہونے لگا۔ گردو پیش دھندلاہٹ سی پھیلنے لگی۔ خود اپنی آواز اب اُسے دور کی کوئی آواز معلوم ہو رہی تھی۔ بتدریج دھندلاہٹیں گہری ہوتی گئیں۔

تین دن کے بعد ہسپتال سے گھر واپس آنے کی اجازت ملی۔

کوٹھی میں ایسی ویرانی تو اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ پچھلے دو دن اس نے نیم خوابی کی سی کیفیت میں گذارے تھے۔ آج ہوش میں آتے ہی اس نے سب سے پہلے عمران کے بارے

میں پوچھا تھا۔ لیکن ڈیوٹی نرس کچھ نہ بتا سکی۔ پھر اس نے لیڈی ڈاکٹر سے پوچھا تھا اس نے بھی لاعلمی ظاہر کی تب جھلا کر اس نے پوچھا کہ وہ ہسپتال کیسے پہنچی تھی۔ جواب ملا۔ ''بذریعہ پولیس'' اور وہ کانپ کر رہ گئی تھی۔

ملازموں سے عمران کے متعلق پوچھا۔ ان کا جواب بھی یہی تھا کہ وہ اس شام کے بعد سے دکھائی ہی نہیں دیا۔ جب وہ دونوں شہر گئے تھے۔

بڑی اکتا دینے والی شام تھی۔ ایسا محسوس کر رہی تھی۔ جیسے چاروں طرف کی دیواریں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتی آ رہی ہوں اور وہ ان کے درمیان پس کر رہ جائے گی۔ بوکھلا کر لان پر نکل آئی اور وہیں آرام کرسی ڈلوا دینے کو کہا۔

سورج مغرب کی طرف جھکتا جا رہا تھا اور اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل ڈوب رہا ہو۔

''عمران....!'' ایک ٹھنڈی سانس اسکے گھٹتے ہوئے سینے سے آزاد ہوئی اور پھر وہ اچانک پُر مسرت لہجے میں ''عمران'' کہہ کر کرسی سے اٹھ گئی عمران کی ٹو سیٹر پھاٹک میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ بے اختیارانہ انداز میں آگے بڑھتی چلی گئی۔ عمران گاڑی روک کر اتر آیا۔

''اوہو.... دوڑیئے نہیں....!'' اس نے کہا۔ ''آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔!''

''تم کہاں تھے....؟'' اس نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے پوچھا۔

''چلئے.... بیٹھ جایئے....!'' وہ اسے آرام کرسی کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ ''ابھی احتیاط کی ضرورت ہے۔!''

پھر وہ بڑی دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ عمران کسی تشویش میں مبتلا ہے۔ شروع سے اب تک سارے واقعات اس کے ذہن میں چکرانے لگے۔

''یہ سب کیا تھا عمران.... مجھے بتاؤ....!'' کچھ دیر بعد اس نے نحیف سی آواز میں پوچھا۔

''ایک بہت بُرے آدمی سے آپ دونوں کا پیچھا چھوٹ گیا۔ اگر کہیں محترمہ صفیہ کی شادی اس سے ہو گئی ہوتی تو اس وقت انہیں اپنے پیروں تلے زمین نہ ملتی۔!''

''وضاحت کرو عمران.... ذہن گورکھ دھندوں کے قابل نہیں رہا۔!''

''وہ ایک وطن دشمن اور غدار تھا۔!''

''وطن.... دشمن.... کیا مطلب....؟''

"ایک ایسے ملک کا ایجنٹ جس سے ہمارے تعلقات کشیدہ ہیں۔!"

"یعنی.... تو پھر.... میرے خدا....!"

"میں کئی ماہ سے اس کی نگرانی کر رہا تھا۔!"

"اور تم ہو کون....؟" فریدہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"خانہ بدوش علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (آکسن) ایک پارٹی نے اس سلسلے میں میری خدمات حاصل کی تھیں۔!"

"لیکن تم صورت سے تو ایسے نہیں لگتے۔!"

"صورت سے تو میں مسٹر ایف رحمان کی اولاد بھی نہیں معلوم ہوتا۔"

"عمران.... خدا کے لئے سنجیدگی سے گفتگو کرو۔!"

"مجھے حیرت ہے کہ آپ تیمور کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے بجائے میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔!"

"تم نے اس رات مجھ سے گیت کی فرمائش کیوں کی تھی....؟"

"سب کچھ ریکارڈ کرنا چاہتا تھا۔ جن لوگوں نے وہ کام میرے سپرد کیا تھا آسانی سے تو مطمئن نہ ہو جاتے۔!"

"میری آواز.... ریکارڈ کی ہے....؟"

"سب کچھ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اشرفیوں کی کہانی سے لے کر خاکی زین کے تھانوں کے تذکرے تک۔!"

"اوہ.... اسی کے تذکرے پر تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اور شاید دیوار پر لکھے ہوئے نمبروں کی بھی کچھ بات نکلی تھی۔!"

"محترمہ....! ابھی آپ کے لئے کچھ الجھنیں باقی ہیں۔ کیونکہ سب کچھ آپ کے مل کے توسط سے ہو تا رہا ہے۔ آپ کا مل ملٹری کے لئے خاکی زین سپلائی کرتا ہے؟"

"میرے خدا....!" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ فکر نہ کیجئے....!" عمران مسکرا کر بولا۔ "آپ کا بھی نمک کھایا ہے میں نے.... اس لئے آپ کی راہ کے کانٹے تو ہٹانے ہی پڑے تھے۔ اس سلسلے میں آپکو صرف ایک تحریری بیان دینا

پڑے گا۔ وہ یہ کہ میں نے وہ نمبر دیوار سے اپنی نوٹ بک پر آپکی موجودگی میں نقل کئے تھے۔!"

"لیکن وہ نمبر کیسے تھے....؟"

"ان تھانوں کے نمبر جن کے ذریعہ ملٹری کے ایک ذمہ دار آفیسر کو ہدایات دی جاتی تھیں۔ وہ آفیسر بھی اب حراست میں ہے۔ دراصل یہ لوگ ہمارے فوجی راز اس دشمن ملک تک پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے.... خدا کا شکر ہے کہ ابتدائی مراحل ہی میں اس فتنے کا سر کچل دیا گیا۔!"

"لیکن زین کے تھانوں پر....!"

"جن تھانوں پر ہدایات ہوتی تھیں ان کے نمبر وہ نوٹ کرتا تھا اور پھر وہ نمبر بذریعہ فون اس آفیسر کو بتادیئے جاتے تھے۔ تیمور اکثر انہیں اس دیوار پر نوٹ کرتا تھا اور فون پر اطلاع دینے کے بعد انہیں مٹادیتا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ آخری بار وہ انہیں مٹانا بھول گیا تھا۔"

"اور وہ کاغذات کیسے تھے جو اس نے کمرے کا فرش کھود کر دفن کئے تھے۔!"

"اس کے اپنے شناختی کاغذات جو اس دشمن ملک کی سیکرٹ ایجنسی نے اُسے دیئے تھے۔ انہیں کاغذات ہی کے لئے مجھ پر حملے کر رہا تھا.... اور اس رات مجھے یقین تھا کہ اگر آپ کو رونیک میں ٹھہرایا گیا تو وہ آپ کو وہاں سے اٹھالے جانے کی کوشش کرے گا۔ مجھے پہلے سے علم تھا کہ رونیک کا ایک اسسٹنٹ منیجر بھی اس کاروبار میں ملوث ہے۔!"

فریدہ نے پوچھا۔ "لیکن تم کہاں تھے....؟"

"رونیک کے آس پاس ہی موجود رہا تھا.... اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ میں نے بھی اُسی گاڑی میں آپ کے ساتھ ہی سفر کیا تھا۔!"

"نہیں....!" فریدہ کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

"یقین کیجئے.... میں چھت پر تھا.... اور مجھ پر ایک ترپال پڑی ہوئی تھی۔ پھر اس دیہی عمارت کے قریب پہنچنے کے بعد مجھے بہت کچھ کرنا پڑا تھا۔"

"تو کیا ٹیپ ریکارڈر موجود تھا تمہارے پاس....!"

"دو چار ہر وقت جیب میں پڑے رہتے ہیں۔!"

"جیب میں.... کیوں جھوٹ بولتے ہو....!"

"ہاں.... یہ دیکھئے....!" عمران نے جیب سے ایک جیبی گھڑی نکالی اور اُسے دکھاتا ہوا

بولا۔"اس میں ٹیپ کے بجائے تار استعمال ہوتا ہے۔ سو گز لمبا تار موجود ہے اس کے اندر....!"

"تم آخر.... کون ہو....؟"

"علی عمران....وغیرہ....وغیرہ....!"

"تو میں تمہیں سرکاری سراغ رساں سمجھ لوں۔!"

"سرکاری سراغ رساں.. عام آدمیوں کو وہ سب کچھ نہیں بتایا کرتے جو میں آپکو بتا رہا ہوں۔!"

"پھر کون ہو....!"

"ٹھیکے پر ہر قسم کے کام کیا کرتا ہوں.... میرا کوئی گھر نہیں.... چھ ماہ سے زیادہ کسی کی نوکری نہیں کرتا۔!"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدہ نے پوچھا۔"تیمور کا کیا حشر ہوگا....؟"

"وہ جو غداروں کا ہوتا ہے.... آپ براہِ کرم اب اُسے اپنے ذہن سے نکال پھینکئے.... اور ہاں محترمہ صفیہ کو یہ بات نہ بتایئے گا۔ ایسی بن جایئے جیسے آپ تیمور کے بارے میں کچھ جانتی ہی نہیں.... اور جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے اُسے بھی آپ اپنے ذہن سے یکسر محو کردیں گی۔ میں نے محض اس لئے آپ کو یہ ساری باتیں بتائی ہیں کہ آپ کے ذہن پر کوئی بار نہ رہے۔ آپ پہلے ہی بہت دکھ اٹھا چکی ہیں۔!"

"تمہیں اس کا احساس ہے....!"

"جی ہاں....!"

"اور تم مجھے سکھی دیکھنا چاہتے ہو....!"

"یقیناً....!"

"تو پھر اب مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جاؤ....!"

"ارے.... باپ رے۔!" عمران تیزی سے اپنا سر سہلانے لگا۔

"عمران....!" فریدہ کا لہجہ دردناک تھا۔

"مم.... میں کبھی کبھی.... آپ سے ملتا رہوں گا۔ آپ کسی بھی دشواری میں مجھے یاد کرسکتی ہیں۔ میں ہمیشہ ایک اچھا دوست ثابت ہوں گا۔!"

"صرف دوست....!"

"جی ہاں.... خالص....!"

وہ چند لمحے خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی.... پھر مغموم لہجے میں پوچھا۔ "کیا تم کسی سے محبت نہیں کر سکتے۔!"

"میری ٹو سیٹر... ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے۔ مجھے اس سے بے انداز محبت ہے۔!"

"پلیز عمران....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ پھر خود بھی کرسی سے اٹھی اور مضمحل قدموں سے چلتی ہوئی پورچ کی طرف بڑھ گئی۔

ختم شد